اسلامی مساوات کے علمبردار نامور صحابی کے حالاتِ زندگی اور افکار

ابوذر غفاریؓ

تالیف: عبد الحمید جودۃ السحار



بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک ضروری گزارش!

معزز قارئینِ کرام! اس کتاب کو عام قاری کے مطالعہ، اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی اور ثوابِ دارین کے خاطر پاکستان ورچوئل لائبریری پر شائع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کو میری یہ کاوش پسند آئی ہے یا آپ کو اس کتاب کے مطالعے سے کوئی راہنمائی ملی ہے تو برائے مہربانی میرے اور میرے والدین کی بخشش کے لئے اللہ رب العزت سے دُعا ضرور کیجئے گا۔ شکریہ

طالبِ دُعا سعید خان



اسلامی مساوات کے علمبردار نامور صحابی کے حالاتِ زندگی

حضرت

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

تالیف: عبدالحمید جودۃ السحار

ترجمہ: عبدالصمد صارم الازہری

تقسیم کار

تخلیقات: علی پلازہ، 3۔ مزنگ روڈ لاہور، فون: 7238014 042

گُڈ بُکس

اُردو بازار، لاہور۔

ناشر	:	گڈ بکس
سن اشاعت	:	2007ء
ٹائٹل	:	کلائمکس گرافکس
کمپوزنگ	:	وسیم احمد
پروف ریڈنگ	:	شبیر احمد
پرنٹرز	:	اسلم پرنٹرز
قیمت	:	-/120 روپے

فہرست

- ناشر کی بات — 5
- مقدمہ — 7
- شعاعِ نور — 9
- طلوعِ سحر — 21
- بانسری سدا نہیں بجتی — 33
- مدینہ میں اسلام — 37
- غفار کو خدا بخشے — 42
- مدینہ کی طرف روانگی — 45
- اصحابِ صُفّہ — 47
- نصیحت — 50
- جانبِ مکہ — 55
- ابوذرؓ ہی ہو — 60
- لبیک — 67
- ابوبکرؓ — 82
- قفلِ فتنہ — 87
- محدث ابوذرؓ — 92
- سرکش — 95
- اشتراکی — 98
- بغاوت — 106
- دیس نکالا — 113
- ربذہ میں — 118
- دارالبقاء کی طرف — 125
- اسلام میں اشتراکیت — 128
- جدید اقتصادی مذاہب — 128
- تاجرانہ مذہب — 128
- آزادانہ مذہب — 129

- اشتراکیت — 130
- فاشسیت — 131
- اشتراکیت اسلامی رکن ہے — 132
- اسلامی اور موجودہ اشتراکیت میں فرق — 135
- رسول اللہ ﷺ کے دور میں مال کی تقسیم — 137
- قانونِ وراثت — 138
- اسلامی اشتراکیت سے بچاؤ — 139
- عہدِ عمرؓ میں اشتراکیت — 140
- دفترِ مال کا قیام — 141
- تقسیمِ اراضی — 142
- حکومت اسلامیہ کا میزانیہ — 143
- خراج — 143
- جزیہ — 145
- زکوٰۃ — 146
- زرِ صلح — 146
- غنیمت — 147
- عشر — 148
- مصارف — 148
- معمر، بچے، مریض اور بے کار — 149
- سر بیفرڈگ کی تجاویز — 150
- اسلامی اشتراکیت حضرت عمرؓ کے بعد — 152
- اسلامی اشتراکیت کا روشن زمانہ — 153
- عطیات میں اضافہ، بیگار کی بندش اور لنگر خانے — 158
- اشتراکیت عمرؓ مثالی اشتراکیت تھی — 158
- اسلام کی معنوی اشتراکیت — 159

☆☆☆

ناشر کی بات

آج کا دور مصروفیتوں کا دور ہے۔ ہماری معاشرت کا انداز بڑی حد تک مشینی ہو گیا ہے۔ زندگی کی بدلتی ہوئی قدروں سے دلوں کی آبادیاں ویران ہو رہی ہیں۔ فکر و نظر کا ذوق اور سوچ کا انداز بدل جانے سے ہمارے ہاں ہیرو شپ کا معیار بھی بہت پست سطح پر آ گیا ہے۔ آج کھلاڑی، ٹی وی اور بڑی سکرین کے فن کار ہماری نسلوں کے آئیڈیل اور ہیرو قرار پائے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ماضی کے وہ عظیم سپوت اور روشنی کی وہ برتر قندیلیں ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی ہیں۔ آج بڑی شدت سے اس بات کی ضرورت ہے کہ عہدِ ماضی کے ان نامور سپوتوں اور رجالِ عظیم کی پاکیزہ سیرتوں اور ان کے اُجلے اُجلے کردار کو منظرِ عام پر لایا جائے۔

ملک و ملّت اور بالخصوص نوجوان نسل سے سچی ہمدردی اس بات کی متقاضی ہے کہ سنجیدہ ارباب وطن عزم و ہمت کا پرچم ہاتھوں میں تھام کر میدانِ عمل میں اتریں اور ان خالص اور بے آمیز دینی اقدار کو پھر سے اس معاشرے اور ماحول میں روشناس کرانے کا فریضہ سرانجام دیں جو انسانی سیرت و کردار کی تشکیل میں اساسی حیثیت رکھتی ہیں۔

اسی جذبے کا ایک عاجزانہ اظہار ہماری یہ کتاب ''حضرت ابوذر غفاریؓ'' ہے۔ صحابہ کرامؓ کی باکمال جماعت ان قدسی صفات انسانوں پر مشتمل تھی جن کے دلوں کی سرزمین خدا خوفی،، خدا ترسی و جود و سخا، عدل و مساوات، عفت مآبی و پاکیزگی، صدق و صفا، دیانت داری و راست بازی کے جواہر سے مرصع و مزین تھی۔ ان کی نظر کیمیا تھی، تکلف اور بناوٹ ان کی ذوات قدسیہ کو چھو کر بھی نہیں گئے تھے۔ وہ عمل و کردار کے بے مثال پیکر اور رفعت و سربلندی کے روشن مینار تھے۔ ربِّ جلیل و کریم نے خاتم الانبیا ﷺ کی رفاقت و صحبت کے لیے خود انہیں منتخب فرمایا تھا۔ ان کی عظمت و بزرگی اور ان کے تقویٰ و تقدس پر قرآنِ حکیم اور سنتِ مقدسہ کی نصوص شاہد ہیں۔ ہماری اس کتاب کے ممدوح سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بھی اس بے مثل جماعت کے ایک بے مثال رکن تھے۔ حق کی تلاش میں مسلسل سرگرداں رہے اور بالآخر دنیا و آخرت کی سرفرازیوں سے نوازنے والا دینِ حق ان کا مقدر ٹھہرا۔ آپؓ جرأت و بے باکی کا بے نظیر نمونہ تھے۔ دینِ اسلام قبول کرتے ہی مشرکین کے جبر و استبداد کو پرکاہ کی حیثیت دیتے

ہوئے بانگِ دہل اپنے اسلام لانے کا اور اللہ کی وحدانیت کا اعلان کر دیا۔

کفارِ مکہ کے ظلم وستم کا نشانہ بھی بنے مگر حق کی جو شمع ان کے قلبِ مصفٰی میں روشن ہو چکی تھی وہ کسی طرح بھی بجھنے نہ پائی۔ آپؓ زہد وفقر کا بے مثال نمونہ تھے، اور زندگی بھر عدل ومساوات اور سادہ طرزِ حیات کے نقیب وترجمان بنے رہے۔ اپنے اس مشن کے راستے میں ظلم وجور کی آندھیاں بھی انہیں متاثر نہ کر سکیں۔ وقت کے حکمرانوں سے ٹکرا گئے مگر زندگی کا جو نصب العین آپؓ نے قرار دے لیا تھا اس سے لمحہ بھر کے لیے بھی دستبردار نہیں ہوئے۔

ہماری یہ کتاب اسی پاک باز مردِ جلیل کی حیاتِ مقدسہ کا روشن روشن تذکرہ ہے۔ عالمِ عرب کے نامور سکالر "عبدالحمید جودۃ السحار" نے بڑی محنت اور سلیقے سے اس کتاب کی تالیف فرمائی ہے۔ اُردو میں اس کا ترجمہ بھی اپنے اندر سادگی، سلاست اور روانی کی عجب شان لیے ہوئے ہے۔

موجودہ ایڈیشن میں اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ دل کش اور بہتر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کتاب کے ترجمے پر بڑی محنت اور عرق ریزی سے نظرِ ثانی کی گئی ہے۔ مشکل، ادق اور عسیر الفہم الفاظ کی جگہ نئے الفاظ کا انتخاب کر کے سلاست اور روانی کے عنصر کو مزید نکھارنے کی سعی کی گئی ہے۔ آیاتِ قرآنیہ کے اعراب بڑی احتیاط سے لگا دیے ہیں اور آیات کی تخریج کر کے سورۃ کا نام اور آیت کا نمبر بھی دے دیا ہے تاکہ قارئین کو حوالہ دیکھنے میں سہولت رہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ اللہ کی اس دھرتی پر کوئی بھی انسان بشری لغزشوں سے مبرا نہیں ہے۔ انسان کی ہر کوشش اور کاوش میں کسی نہ کسی خامی، کوتاہی اور سقم کا امکان ہو سکتا ہے۔ اپنی طرف سے ہم نے اس کو بہتر سے بہتر بنانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ پھر بھی معزز قارئین اور اربابِ علم سے استدعا ہے کہ ہمیں اپنے مفید مشوروں، قابلِ عمل تجاویز اور ناقدانہ آراء سے ضرور آگاہ فرمائیں۔ اس کی خامیوں اور نقائص کی بھی نشاندہی کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن کو مزید بہتر بنایا جا سکے۔ آپ کے مشوروں اور آراء کو شکریے کے احساس کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔ آخر میں ربِ جلیل کے حضور عاجزانہ دعا ہے کہ وہ ہماری اس پیش کش کو عوام وخواص میں شرفِ قبولیت سے بہرہ یاب فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَسَلَّمَ

آزادانہ ریسرچ کرنے والوں کے لیے اب اس امر میں کوئی شک کی گنجائش نہیں رہی ہے کہ اسلام ایسے بلند مقاصد پر مشتمل دین ہے جو مختلف طبقات میں پوری طرح عدل وانصاف قائم رکھ سکتے ہیں اور نظام کو اچھی طرح باقی رکھ سکتے ہیں۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ انسانی عقل جس قدر ترقی کرتی جاتی ہے، حقائق زندگی کی پوشیدہ ترین باتوں کو سمجھتی چلی جاتی ہے اور نئی نئی مشکلات کے حل کرنے کی طرف توجہ دیتی ہے ہم مسلمان اس کے ان نئے نئے عقدوں کے حل کو دیکھ دیکھ کر اپنے ماضی کی طرف دیکھنے لگتے ہیں جو اپنے اندر سب کچھ رکھتا ہے اور جس کے تصور سے ایک مرد مومن میں حیات تازہ پیدا ہوجاتی ہے کیونکہ وہ بھلائیاں جو موجودہ اصلاحات میں کہیں کہیں نظر آتی ہیں اور دراصل ہماری ہی میراث سے ہیں جو ہمیں ہمارے عظیم الشان دین نے عطا کی ہیں۔

ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (الروم۔ 30)

"یہ دین ہے مضبوط مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

اس رسالہ میں ناظرین کے سامنے ایک دقیق علمی بحث پیش کی گئی ہے جو اسلامی اشتراکیت پر مبنی ہے اور اس حقیقت کو صداقت وانصاف کے ساتھ پیش کرتی ہے۔

موجودہ اشتراکی مذاہب سے بھی بحث کی گئی ہے جس سے ان کی بھلائیاں اور برائیاں واضح ہوتی ہیں اور یورپین افکار کی کوتاہیاں واشگاف ہوتی ہیں۔

زیادہ قابل توجہ امر یہ ہے کہ اسلام کسی عام یا خاص ملکیت کو باطل نہیں کرتا بلکہ صرف ایک جانب میں دولت وثروت کے جمع ہونے کو روکتا ہے تاکہ دوسری جانب بالکل افلاس نہ ہو۔

اسلام، امیر وفقیر میں کوئی خاص امتیاز بھی روا نہیں رکھتا جیسا کہ مصنف نے اس

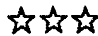
امر کو قرآن، سنت کی تصریحات اور خلفائے راشدین کے طرز عمل سے ثابت کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے خصوصی ساتھی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے طرز حیات سے تو یہ بات بہت ہی واضح ہو جاتی ہے اور مؤلف نے بڑی کوشش سے اس امر پر روشنی ڈالی ہے۔ آپؓ کے ایمان خالص مجاہدانہ زندگی، نصیحت دینی، اور محبت جمہور پر مبنی آپؓ کے نظریات کو خوب واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ جب قوم میں عیش پرستی عام ہو گئی تھی تو اس وقت حضرت ابوذرؓ نے کیا مؤقف اختیار کیا تھا اور اس سلسلہ میں کیا کچھ جدوجہد کی تھی۔

کاش ہمارے متمدن نوجوان اس طرف متوجہ ہوں۔ میں مؤلف کو ان کی اس پاکیزہ تالیف پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے ان بوقلموں مباحث میں بڑی کاوش کی ہے۔ امید ہے کہ قارئین ان کے خیالات سے متاثر ہوں گے۔

حسن البنا

مرشد عام۔ اخوان المسلمون



شعاعِ نور

قبیلہ غفار کے سردار مشورے کے لیے جمع ہوئے کہ کیا کیا جائے کیونکہ بارش عرصہ سے نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا تنگی، تکلیف کا دور دورہ تھا، جانور دبلے ہوگئے تھے اور ذخیرے ختم ہوگئے تھے۔ لوگ آپس میں کہنے لگے کیا بات ہے، ہمارا معبود منات ہم سے کیوں ناراض ہوگیا ہے حالانکہ ہم نے اس سے بارش کی دعائیں مانگیں۔ قربانی وقربت کے لیے اونٹ ذبح کیے اور سب کچھ کیا؟ اب تو بارش کا زمانہ بھی ختم ہوگیا، آسمان پر بادل کا ایک بھی ٹکڑا نہیں، بدلی کا نام ونشان نہیں، نہ آسمان اب کے بار برسا، نہ گرجا، نہ بوندا باندی ہوئی، سارا سال صاف گزر گیا کہ مطلع بھی غبار آلود نہ ہوا...... کیا خیال ہے، کیا ہم گمراہ ہوگئے ہیں کہ غضب خداوندی نازل ہوگیا؟ مگر وہ کیوں ناراض ہونے لگا جبکہ ہم نے اس کی خوشنودی کے لیے خوب خون بہائے؟

لوگ غور وخوض کرنے لگے اور آپس میں تبادلہ خیالات کرنے لگے۔ مگر آسمانی امور کے بارے میں انسان کیا کرسکتا ہے؟ کون بادل لاسکتا ہے اور کون آسمان سے پانی اتار سکتا ہے کہ زمین پھر سے زندہ ہوجائے؟ یہ کام تو بس ہمارا معبود منات ہی کرسکتا ہے۔ لہٰذا اب ہمارے لیے سوائے اس کے اور کیا چارہ کار ہے کہ ہم سب مرد وزن حج کے لیے روتے پیٹتے گڑگڑاتے نکلیں اور منات سے معافی چاہیں شاید وہ ہمیں معاف کردے اور ایسی بھاری بھاری بدلیاں بھیج دے جو زمین کو اس کے مرے پیچھے زندہ کردیں اور اس طرح تنگی خوشحالی سے، تکلیف راحت سے اور سختی نرمی سے بدل جائے۔

پورا قبیلہ منات تک پہنچنے کی تیاری کرنے لگا، سوتے بیدار ہو گئے اور کجاووں کو کسنے لگے۔ انیس بھی اپنی اونٹنی پر سوار ہوا اور اسے ہنکا دیا، اونٹنی قافلہ سے ملنے کے لیے ساحل سمندر کی طرف مشلّل وقدید کی جانب چلی جو مکہ ومدینہ کے درمیان واقع ہے اور جہاں منات نصب ہے۔ انیس نے ادھر ادھر دیکھا تو اپنے بھائی ابوذرؓ کو نہ پایا، اس نے اونٹنی بٹھائی اور گھر کی طرف دوڑا۔ جندب! جندب! کہتا ہوا گھر کے اندر داخل ہوا۔ دیکھا کہ جندب مزے سے گھر میں ہی لیٹا ہے تو اس سے کہنے لگا۔

"کیا تجھے منادی کی آواز نہیں پہنچی کہ سفر کے لیے نکلو۔"

"ہاں مگر کیا کروں میرا جسم بوجھل ہے اور میں منات کے حج کے لیے جانا بھی نہیں چاہتا۔"

"ارے خاموش، خدا سے استغفار کر، کیا تو اس بات سے نہیں ڈرتا کہ خدا تیری بات سن لے اور تجھ پر عذاب نازل کر دے؟"

"کیا تو خیال کرتا ہے کہ وہ ہماری آواز سنتا ہے اور ہمیں دیکھتا ہے؟"

"آج تجھے کیا ہو گیا ہے؟ کیا تجھ پر کوئی جن سوار ہے یا بیماری لگ گئی ہے؟ چل توبہ کر شاید وہ تیری توبہ کو قبول کرے؟"

ابوذرؓ بستر پر لوٹنے لگے تو ان کا بھائی بولا۔

"ارے اٹھ! اٹھ! قافلہ روانہ ہو گیا اور قوم روانہ ہو چکی۔"

وہ آپؓ کے پیچھے پڑا رہا حتیٰ کہ آپؓ اس کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ انیس اپنی اونٹنی پر سوار ہو گیا اور ابوذرؓ بھی مجبوراً سوار ہو گئے تب انیس اپنے بھائی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"خبردار جو تو نے اپنی رائے کا اظہار کیا ورنہ لوگ سمجھ جائیں گے کہ منات کی ناراضی کا سبب تو ہی ہے اور بارش تیری ہی وجہ سے نہیں برسی لہٰذا تجھے ستانے لگیں گے۔"

انیس اپنے بھائی کو منات کے فضائل واحسانات بتانے لگا مگر ابوذرؓ بے رغبتی سے سن رہے تھے وہ کسی گہری فکر میں تھے۔

چند دنوں کے بعد قافلہ منات پر پہنچا، لوگ اترے، روئے، گڑگڑائے اور قربانیاں دیں۔ سرخ سرخ خون چاروں طرف بہنے لگا جسے منات پسند کرتا تھا، ابو ذرؓ دیکھ رہے تھے کہ کیا ہوتا ہے۔ وہ کبھی اپنی قوم کی طرف اور کبھی منات کی طرف دیکھتے، اپنی قوم کی سادگی پر تعجب کرتے اور اس خاموش معبود پر بھی تعجب کرتے جسے کچھ بھی شعور نہ تھا کہ کیا ہو رہا ہے، نہ وہ ان عاجزی بھری دعاؤں کو سن رہا تھا جو گرم گرم دلوں سے نکل رہی تھیں۔ وہ کیسے ان کی دعائیں سن سکتا اور کیسے ان کے مقصد کو پورا کر سکتا؟

رات چھا گئی اور منات اور اس کے بندوں پر تاریکی سایہ فگن ہو گئی، اندھیرے نے ساری وادی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ہر چیز پر پردہ ڈال دیا حتیٰ کہ سوائے آسمانی ستاروں کے ہر چیز نظروں سے اوجھل ہو گئی یا کہیں کہیں وہ بجھی ہوئی آگ چمک رہی تھی جو قوم نے اپنے اردگرد جلا رکھی تھی اور جس کے گرد قصہ گویوں کے حلقے تھے۔

ابو ذرؓ ایک ایسے حلقہ کی طرف گئے جہاں قبیلے کے معمر لوگ جمع تھے اور وہاں معبودوں اور ان کی عظمتوں کے تذکرے ہو رہے تھے، کوئی منات کا ذکر کر رہا تھا تو کوئی فلس کا، کوئی خدا کی بیٹیوں لات اور عزیٰ کا اور ان کی شفاعت کا۔

ایک شخص سعد بت کا ذکر کرنے لگا اور اس کی عظمت کا بیان کرنے لگا تو دوسرا بولا:

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ ایک شخص نے سعد کو گالی دی؟"

سب نے بڑے تعجب سے کہا:

"نہیں، اور کیا کہا؟"

"ایک شخص ملکان سے آیا تاکہ سعد بت سے برکت حاصل کرے جب اس کا اونٹ قریب گیا تو بدک گیا اور بھاگ گیا تو اس شخص نے اٹھا کر سعد کے ایک پتھر مارا اور کہا:

"اے معبود! خدا تجھ میں برکت نہ دے تو نے میرے اونٹ کو بدکا دیا۔

پھر وہ اونٹ کی تلاش میں نکلا اور اسے پکڑ لایا پھر یہ شعر پڑھتا ہوا لوٹا

اتینا الی سعد لیجمع شملنا فشتنا سعد فلا نحن من سعد

وھل سعد الا صخرۃ بتنوخۃ من الارض لا یدعی لغنی ولا رشد

ہم سعد کے پاس آئے کہ وہ ہمارے بچھڑے ہوؤں کو جمع کرے مگر اس نے تو تفریق ڈال دی، ہم سعد کے قائل نہیں، سعد ایک پتھر ہے جو جنگل میں کھڑا ہے، نہ ہدایت کرسکتا ہے نہ گمراہ۔"

تو ایک شخص بولا:

"بخدا وہ کافر ہوگیا، اور اس کا انجام کیا ہوا؟"

خبر دینے والا بولا۔ "کچھ بھی نہیں۔"

پھر کیا تھا سبھی نے خاموشی سے گردنیں جھکالیں مگر ابوذرؓ کا دل اطمینان سے بھر گیا۔

پھر لوگ بتوں کی باتیں کرنے لگے تو ایک قصہ گو بولا:

"کیا تمہیں پتا ہے کہ عدی بن حاتم فلس کی عبادت سے انکار کرتا تھا اور بتوں کی پوجا کا قائل نہیں تھا اور نصرانی ہوگیا تھا؟"

سب بولے۔ "نہیں۔ اور پھر کیا ہوا؟"

وہ شخص بولا:

"صیفی جو فلس کا پجاری تھا وہ بنو کلب کے قبیلے بنو علیم کی ایک عورت کی اونٹنی لے گیا۔ وہ عورت مالک بن کلثوم کی پڑوسن تھی۔ پجاری نے اونٹنی فلس کے سامنے جاکر باندھ دی، وہ عورت مالک کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ میری اونٹنی فلس کا پجاری لے گیا ہے۔ مالک گھوڑے کی ننگی پشت پر نیزہ لے کر فوراً اس کے پیچھے گیا تو اس نے دیکھا کہ فلس کے سامنے اونٹنی بندھی ہے۔ مالک نے پجاری سے کہا اونٹنی کو چھوڑ دے، پجاری نے کہا کیا تو اپنے معبود فلس سے بدعہدی کرے گا؟ تو مالک نے نیزہ اس کی طرف بڑھایا، اس نے اونٹنی کھول دی، مالک لے کر چلا آیا، تب پجاری فلس کی طرف متوجہ ہوکر مالک کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا:

یارب ان مالک بن کلثوم   اخضرک الیوم بناب علکوم

وکنت قبل الیوم غیر مغشوم

"اے معبود! مالک بن کلثوم نے ایک حسین نوجوان اونٹنی تجھ سے چھین

لی۔اس سے پہلے تو تجھ پر کسی کو ظلم کرنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی؟"
پجاری چاہتا تھا کہ ملک پر عذاب نازل ہو، عدی بن حاتم بیٹھا تھا، اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے اس نے کہا:
"دیکھنا مالک کو کیا ہوتا ہے؟"
کئی دن گزر گئے جب کچھ بھی نہ ہوا تو عدی نے اس کی پوجا چھوڑ دی اور تمام بتوں کی پوجا ترک کر دی اور نصرانی بن گیا۔"
لوگوں نے دوبارہ گردنیں جھکا لیں، تاریکی ان پر مسلط ہوگئی، ابوذرؓ نے اپنے دل میں ایک گونا اطمینان محسوس کیا اور یہ بات آپؓ کے دل میں اس طرح اثر انداز ہوئی جیسے سخت پیاسے کو پانی مل گیا ہو۔
قصہ گویوں کی ٹولیاں ٹوٹ گئیں ادر اور وہ منات کے اردگرد سو گئے، نیند کا دور دورہ ہوگیا اور سب کی آنکھ لگ گئی۔ سب گہری نیند سو رہے تھے مگر ابوذرؓ جاگ رہے تھے، آپؓ نے اپنے دونوں ہاتھ سینے سے لگا لیے، آسمان میں نظریں جما دیں اور قوم کے سنائے ہوئے قصوں پر غور کرنے لگے، آپؓ نے اپنے دل کو اصنام اور ان کی قدرت کا منکر پایا اور کہنے لگے:
"منات ایک پتھر ہی تو ہے جو نہ ہدایت دے سکتا ہے نہ گمراہ کر سکتا ہے۔"
انہیں کچھ خیال آیا، آہستہ سے اٹھے اور منات تک جا پہنچے۔ اسے دیکھا تو وہ بالکل خاموش کھڑا تھا، اسے کچھ بھی احساس نہ تھا، نہ وہ کچھ سن رہا تھا، نہ دیکھ رہا تھا، آپؓ جھکے ایک پتھر اٹھایا اور اس پر دے مارا، دیکھا تو وہ حسب سابق خاموش تھا تو کہنے لگے:
"تو عاجز ہے، قادر نہیں، مخلوق ہے خالق نہیں، نہ تجھ میں طاقت ہے نہ قوت۔ تو عبادت کے لائق نہیں ہے۔ لوگ کیوں تجھ پر قربانیاں چڑھاتے ہیں اور جانور ذبح کرتے ہیں؟ بیشک میری قوم سخت گمراہی میں ہے۔"
آپؓ آہستہ آہستہ آکر لیٹ گئے بالکل سکون واطمینان کے ساتھ اور گہری نیند سو گئے۔

جب صبح ہوئی، سورج اپنے پردے سے نکلا، ہر طرف تیز نور پھیل گیا تو منات کے پجاری بیدار ہوئے، ان میں حرکت پیدا ہوئی مگر منات ساکت وصامت کھڑا تھا، اپنی جگہ پر بالکل بے حس، وہ نہ کچھ دیکھتا تھا نہ سنتا تھا۔ لوگ اس کے اردگرد طواف کرنے لگے تاکہ روانگی سے پیشتر برکت حاصل کریں مگر ابوذرؓ اٹھے اور اونٹنی پر سوار ہو کر غور وفکر کرنے لگے اور آسمان کی بلندی کی طرف دیکھنے لگے کہ کیسے اتنا بلند ہوگیا اور کس نے اسے بنایا؟ وہ سورج کی طرف گھور گھور کر دیکھنے لگے جیسے کسی نئی چیز کو دیکھ رہے ہوں، غور سے دیکھا تو اسے فضائے آسمانی میں تیرتے ہوئے پایا، سوچنے لگے وہ کیسے طلوع ہوتا ہے اور کیسے غروب ہوجاتا ہے، تاریک رات کیسے آجاتی ہے اور ستارے کس طرح اس کی تاریکی کو چاک کردیتے ہیں جن کی مدھم روشنی پھوٹتی رہتی ہے۔ وہ اپنے فکر وتامل میں غرق رہے حتیٰ کہ اس یقین تک پہنچ گئے جو ہر شبہ کو زائل کردیتا ہے۔

لوگ طواف کرنے کے بعد اپنی اونٹنیوں کی طرف متوجہ ہوئے، انیس بھی آیا اور ابوذرؓ کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا جیسے وہ ان کا رازِ دل دریافت کرنا چاہتا ہے، اس نے آپؓ کو بحرِ فکر میں غرق پایا تو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور کچھ نہ کہا۔ قافلہ نے غفار کی طرف رخ کیا، ابوذرؓ دریائے فکر میں غوطہ زن رہے حتیٰ کہ قافلہ فج تک جا پہنچا، آپؓ نے اردگرد دیکھا تو ایک پہاڑی سلسلہ تھا، سوچنے لگے ان پہاڑوں کو کس نے قائم کیا اور زمین کو کس نے بچھایا؟ اس قسم کے خیالات موجزن رہے اور زندگی ان کے نفس میں دوڑتی رہی، آپؓ نے محسوس کیا کہ ہدایت کی شعاعیں داخل ہو کر شک وشبہ کو مٹا رہی ہیں جو عرصہ سے ان کے دل میں گھر کئے ہوئے تھا۔

قوم غفار پہنچی، اپنے کجاووں سے اترے۔ ابوذرؓ غفار پہنچے تو دیکھا کہ گھروں میں قبرستان کی سی خاموشی ہے۔ چاہا کہ بستر پر جا کر سو رہیں کیونکہ راہ کی دشواریوں سے تھک کر چور ہوگئے تھے مگر نیند کہاں، تفکرات انہیں نہ معلوم کہاں کہاں اڑائے پھرتے تھے، سوچنے لگے کس نے آسمان کو بلند کیا اور زمین کو پھیلایا؟ پھر اپنے بارے میں غور کرنے لگے کہ کس نے پیدا کیا اور آنکھیں دیں کہ ان سے دیکھتے ہیں، زبان دی کہ

اس سے بولتے ہیں اور نفس دیا کہ جو خیر وشر کا الہام کرتا ہے۔

آپؓ سیدھے لیٹ گئے اور دل ہی دل میں کہنے لگے:

"بے شک آسمان کا پیدا کرنے والا آسمان سے بھی بڑا ہے۔ اور انسان کا خالق انسان سے بھی بڑا ہے اس دنیا کا خالق بڑا بھاری ہے اور وہی عبادت کے قابل ہے۔ منات نہیں نہ لات وعزیٰ نہ اساف، نائلہ اور سعد بلکہ صرف اسی کی ذات لائق عبادت ہے، وہی خالق بدیع، مصور وقادر ہے اور یہ پتھر ہیں جن میں نہ قدرت ہے نہ طاقت۔"

مسرت آپؓ کے دل میں دوڑ رہی تھی، یقین، شک کے اُن پردوں کو پھاڑ رہا تھا جو آپؓ کی آنکھوں پر پڑے تھے۔ لہٰذا آپؓ رب العالمین کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔

ابوذرؓ یقین کے پیاسے تھے۔ جب انہیں ایمان مل گیا تو ان کی پیاس بجھ گئی، اپنے بستر کی طرف لوٹے اور سو گئے، کچھ دیر بعد آسمانی نور کی شعاعیں آپؓ کے چہرے پر پڑیں جو روح الٰہی سے مستفیض ہو کر آئی تھیں۔ اللہ نے ان کے ذریعہ آپؓ کی بصیرت کو اور زیادہ منور کر دیا اور دل کو روشن کر دیا۔

صبح ہوگئی۔ آپؓ نے اپنی نرم نرم انگلیوں سے اپنے اردگرد کی چیزوں کو ٹٹولا، آپؓ بڑے ہشاش بشاش اٹھے، دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور بڑے خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ کو پکارنے لگے۔

انیس داخل ہوا تو بھائی کو بحالت خشوع وخضوع کھڑے پایا، چاہا کہ ان سے بات کرے مگر کچھ سوچ کر رہ گیا، بھائی کی طرف دیکھنے لگا، پھر کچھ سوچ کر بولا:

"یہ کیا کر رہے ہو؟"

ابوذرؓ آواز کی طرف متوجہ ہوئے دیکھا کہ بھائی آپؓ کی طرف بڑھ رہا ہے، بولے:

"نماز پڑھ رہا ہوں"

"کس کے لیے؟"

''اللہ کے لیے۔''

''کون اللہ؟ نماز تو سوائے مُبہم یا منات کے کہیں جائز نہیں۔''

''میں منات یا کسی بت کے لیے نماز نہیں پڑھتا۔''

''تو پھر کس کے لیے پڑھتا ہے؟''

''میں نے اپنی طبیعت سے ایک ایسے معبود کی طرف راہ پالی ہے جو تمہارے معبودوں جیسا نہیں ہے، وہ عظیم ہے، قادر ہے، نہ اسے عقل پا سکتی ہے نہ بحث و تحلیل، وہ ایک طاقت ہے جس کی میں تعظیم کرتا ہوں اور اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔''

''کیا تو ایسے معبود کی نماز پڑھتا ہے جسے نہ تو پا سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے؟''

''اگرچہ میں اسے نہیں پا سکا مگر اس کی نشانیاں پالی ہیں۔''

''یہ تو بڑی عجیب بات ہے، تو اپنے سامنے کھڑے ہوئے معبودوں کو چھوڑتا ہے جنھیں اگر تو چاہے تو پالے اور اگر بلائے تو وہ تیرے قریب ہیں!''

''یہ معبود تو پتھر ہیں جو کچھ بھی نہیں سمجھتے، نہ نفع کے مالک ہیں نہ نقصان کے۔''

''کیا تو ہماری اور ہمارے باپ دادا کی عقلوں کا مذاق اڑا رہا ہے؟''

''انیس! میرا کیا گناہ، اگر میرے باپ دادا غلطی پر تھے، اے انیس! ہمارا دین، تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے، تو سوچ تو سہی کہ جب ہم میں سے کوئی سفر کرتا ہے اور کہیں قیام کرتا ہے تو دو چار پتھر جمع کر لیتا ہے، جو پتھر بھلا لگتا ہے اسے پوجنے لگتا ہے، اور باقی تین پتھروں کو ہانڈی کے لیے چولھا بنا لیتا ہے، تو خیال تو کر پتھر کیسے پروردگار ہو سکتا ہے، ہمیں اچھا لگا تو معبود بن گیا ورنہ چولھے کی اینٹ بن گیا، یہ بات تو بڑی عجیب ہے۔''

''یہ تو ہم بحالت سفر اس لیے کرتے ہیں کہ ہم کعبہ پر بھی ایسا کرتے ہیں، چنا ہوا پتھر کوئی اپنی ذات کی بنا پر نہیں پوجا جاتا بلکہ اساف و نائلہ کے قائم مقام کر کے پوجا جاتا ہے، اور ان بتوں کے نائب کی حیثیت سے پوجا جاتا ہے جو کعبہ میں دھرے ہیں۔''

''اساف اور نائلہ تو دو زانی تھے، کیا تو زانی کی عبادت کو پسند کرتا ہے؟''

"ابوذرؓ! یہ کیا بکواس ہے؟"

"ہاں ہاں وہ دونوں زانی تھے، اساف، نائلہ یعنی عورت پر عاشق تھا، دونوں حج کے لیے آئے، کعبہ میں داخل ہوئے، لوگوں کو غافل پایا تو زنا میں مشغول ہو گئے اور مسخ ہو کر پتھر بن گئے، حاجی لوگ جاگے تو دیکھا کہ مسخ ہو گئے ہیں، انہوں نے دونوں کو کعبہ کے پاس رکھ دیا۔ مدتوں رکھے رہے تو لوگ عبادت کرنے لگے، یہ ہیں تمہارے معبود۔"

"پھر ان نشانیوں کے بارے میں تو کیا کہتا ہے جو اس سے ظاہر ہوئیں۔"

"اس سے تو کچھ بھی صادر نہیں ہوا اور نہ ہو گا کیونکہ اس میں کچھ طاقت ہی نہیں ہے جو کچھ ہوا اللہ کی طرف سے ہوا، ان کی طرف یہ باتیں منسوب کرنا بہتان ہے، کل شام ہم منات کے لیے حج کرنے گئے، اس امید پر کہ وہ بارش برسائے گا مگر وہ تو ذرا سی بدلی بھی نہ لا سکا، ہم نے اس کے سامنے قربانی کے اونٹ ذبح کیے تاکہ اس کی قربت حاصل کر سکیں تو اس نے کیا کیا؟ کچھ بھی نہیں، اس لیے نہیں کہ وہ ناراض ہے یا ہمارے کسی گناہ پر غضب ناک ہے یا یہ کہ ہم نے کوئی کوتاہی کی ہے بلکہ اس لیے کہ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔"

"کافی ہے۔ کافی ہے۔ تُو تو میرے دل میں بھی شک ڈالنے لگا ہے اور مجھے خدشہ ہوتا ہے کہیں میں بھی تیری طرف مائل نہ ہو جاؤں۔"

"میں تو یہی چاہتا ہوں، انیس! میں امید کرتا ہوں کہ تو بھی بتوں سے اسی طرح تنگ ہو جائے گا جیسے میں تنگ دل ہو گیا ہوں اور یہ کہ تو بھی خالق ارض و سما کی طرف مائل ہو جائے اور اسی سے دعا کرے۔"

"کیا ہمارے لیے اپنا دین چھوڑنا آسان ہے کہ ہم اسے اس طرح اتار پھینکیں جیسے کوئی پرانا کپڑا اتار کر پھینک دیتا ہے؟"

"ہاں، اے انیس! جبکہ ہمارا دین پرانے کپڑے کی مانند ہے تو یہ بات ہمارے لیے یقیناً آسان ہے۔"

اتنے میں ان کی والدہ آ گئی اور وہ دونوں خاموش ہو گئے تو وہ بولی۔

"میرے بچے کی کیا رائے ہے؟"

انیس نے کہا:

"کس بارے میں؟"

ماں نے کہا" اسی بارش کے بارے میں جس کی وجہ سے ہم بہت تنگ آگئے ہیں؟"

انیس نے کہا۔"جو آپ کی رائے ہو۔"

وہ بولی"میری رائے یہ ہے کہ تمہارے ماموں کے گھر چلوں وہ پیسے والا ہے۔"

ابوذرؓ نے کہا"جو آپ کی رائے ہو حتیٰ کہ اللہ حالت بدل دے۔"

ابوذرؓ، انیس اور ان کی والدہ، ماموں کے گھر روانہ ہو گئے۔ ابوذرؓ اپنے ماحول کے بارے میں سوچتے جاتے تھے، وہ جس چیز کو بھی دیکھتے اس میں انہیں خالق کی عظمت نظر آتی حتیٰ کہ ان کے ایمان میں پختگی آتی جاتی، ان کا سفر طویل تھا کہیں پست زمین آتی کہیں بلند مگر ابوذرؓ صرف اپنے دل کی آواز سن رہے تھے۔ اونٹنیاں تھک کر چور ہو گئیں حتیٰ کہ مکہ کے باغ دکھائی دینے لگے تو انہوں نے اپنی اونٹنیوں کو تیز رفتاری پر بھڑکانا شروع کیا، اونٹنیاں سمجھ گئیں کہ اب آخری منزل ہے اور ان کی خلاصی کا وقت آن پہنچا ہے۔

ابوذرؓ، انیس اور ان کی والدہ، ماموں کے گھر اترے جہاں خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ ماموں نے ان کی خوب مہمان نوازی کی اور وہ وہاں ایک عرصہ تک رہے۔ ان کی سختی نرمی سے، تکلیف آرام سے اور تنگ دستی خوش حالی سے بدل چکی تھی۔ قبیلے نے دیکھا کہ انیس اور ابوذرؓ پر ان کا ماموں بڑا مہربان ہے۔ وہ ان سے اپنے بچوں جیسی محبت کرتا ہے لہٰذا وہ حسد کرنے لگے اور ایسی تدابیر سوچنے لگے جن سے وہ ان سے نفرت کرنے لگے۔ وہ سوچتے رہے اور مشورے کرتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے ایک بات طے کر لی اور ایک شخص کو اپنی سازش کی تکمیل کے لیے منتخب کر لیا۔

وہ آدمی، انیس اور ابوذرؓ کے ماموں کے پاس آیا اور خاموش سر جھکا کر بیٹھ گیا تو اس نے کہا۔"کیسے آئے ہو۔ خیر تو ہے؟"

''وہ شخص غم واندوہ کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا:
''میں ایک بڑے کام کے سلسلے میں آیا تھا اگر ہمیں تجھ سے محبت نہ ہوتی اور تیرا احترام نہ ہوتا تو ہم کبھی بھی تجھ سے کچھ نہ کہتے، نہ کچھ بتاتے مگر ہمارے اخلاص نے ہمیں مجبور کردیا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ تیری آنکھوں سے پردے اٹھادیں تاکہ جو کچھ ہورہا ہے اسے تو دیکھ سکے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارے احسان کا بدلہ برائی سے دیا جارہا ہے۔''
ابوذرؓ کے ماموں نے محسوس کیا کہ ضرور کوئی بڑی بات ہے، اسے سخت قلق ہوا اور کہنے لگا:
''صاف صاف کھول کر کہہ۔''
''انیس......''
''کیا ہوا ہے اسے؟''
''جب تو جاتا ہے تو وہ تیری عورت کے پاس بیٹھ جاتا ہے۔''
''یہ تو جھوٹ اور بہتان ہے۔''
''ہم بھی یہی چاہتے تھے کہ یہ بہتان ہوتا مگر افسوس ہے کہ یہ ایک حقیقت ہے۔''
''ذلیل۔''
''جس سے چاہے پوچھ لے، سارے قبیلے نے یہ بات دیکھی ہے اور سب جانتے ہیں، کیا تو یہ چاہتا ہے کہ دوسروں کی زبانی سنے؟''
''نہیں بس کافی ہے۔''
بیچارہ اپنی عزت وشرافت کے بارے میں غور کرنے لگا، وہ اپنے دل میں ایک جلا دینے والی غیرت محسوس کررہا تھا اور وہ شخص سانپ کی طرح کمرے سے باہر نکل گیا۔
غریب نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اطمینان وسکون کو لوٹا لائے مگر اسے توفیق نہ ہوئی، وہ بڑا غمگین تھا اور صبح وشام غم کے گھونٹ پی رہا تھا۔ جب بھی اس کے بھانجے سامنے آتے وہ منہ موڑ لیتا، پورے گھر پر ایک سناٹا سا چھا گیا، ابوذرؓ نے اپنے ماموں کے منہ پر جو غم کے آثار دیکھے تو پوچھا:

"ماموں! آپ کو کیا ہوگیا؟ میں کئی دن سے آپ کی حالت بدلی ہوئی دیکھتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ ہم سے بہت کم بات کرتے ہیں اور بہت زیادہ فکر مند رہتے ہیں؟

"کچھ نہیں۔"

"نہیں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے۔ بتائیے؟ شاید میں آپ کے غموں کو ہلکا کرسکوں یا جس چیز سے آپ کو تکلیف ہے اس میں کچھ حصہ لے سکوں۔"

"مجھ سے میری قوم نے ایک ایسی بات کہی ہے جسے میں بیان نہیں کرسکتا۔"

"آخر انہوں نے کیا کہا ہے؟"

"وہ یہ کہتے ہیں کہ انیس نے ایک بڑی بری بات کی ہے۔"

"کیا کہا؟"

"وہ کہتے ہیں کہ جب تو اپنی بیوی کے پاس سے چلا جاتا ہے تو انیس تیری بیوی کے پاس جا گھستا ہے۔"

ابوذرؓ کا چہرہ غضب آلود ہوگیا وہ بولے:

"آپ نے ہم پر جو احسانات کئے انہیں مکدر کردیا۔ اب ہم کبھی بھی آپ سے نہیں ملیں گے۔"



طلوع سحر

انیس اور ابوذرؓ اپنے گھر کے پاس بنو غفار میں بیٹھے تھے، ایک شخص سامنے آیا، سلام کیا اور بیٹھ گیا، ابوذرؓ نے اس سے پوچھا:

"کہاں سے آئے ہو؟"

"مکہ سے"

"مکہ کا کیا حال ہے؟"

"ایک شخص کہتا ہے کہ میں نبی ہوں، اس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے۔"

"انہوں نے اس کے ساتھ کیا کیا؟"

"اسے جھٹلایا۔ ایذا دی اور لوگوں کو اس کے پاس جانے سے روکا۔ جو بھی اس کے پاس جاتا ہے لوگ اسے ڈراتے دھمکاتے ہیں۔"

"کیوں اس کی بات کیوں نہیں مانتے؟"

"اس شخص کی بات کیسے سنیں جو ان کے دین کو جھٹلاتا ہے، انہیں بے وقوف کہتا ہے، ان کے آباؤ اجداد کو گمراہ کہتا ہے اور ان کے معبودوں کو برا کہتا ہے۔"

"کیا وہ ایسا کہتا ہے؟"

"ہاں، وہ کہتا ہے خدا ایک ہے، دیکھو تو سہی کیسی عجیب بات ہے!"

ابوذرؓ سر جھکا کر اس شخص کے بارے میں غور کرنے لگے جو خدا کو ایک کہتا ہے مگر یہ بات انہیں عجیب معلوم نہ ہوئی کیونکہ وہ غور وفکر سے اسی خیال تک پہنچے تھے۔ آپؓ دیر تک سوچتے رہے اور بڑی دیر تک خاموش رہے۔ آنے والے نے آپؓ کی طرف دیکھا تو بہت متفکر پایا۔ اجازت طلب کی اور چلا گیا۔

ابوذرؓ اپنے بھائی انیس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔
''ذرا مکہ جا کر پتہ لگانا کہ وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ اسے آسمان سے وحی آتی ہے کیسا ہے اور کیا کہتا ہے؟ اور مجھے آ کر بتاؤ۔''
انیس کوچ کے لیے روانہ ہوا، اپنی اونٹنی پر سوار ہوگیا اور مکہ پہنچ گیا، کعبہ کی طرف گیا اور طواف کرنے لگا۔ نکلا تو لوگوں کا جمگھٹا دیکھا، ایک شخص جو اس کی طرف آ رہا تھا، اس سے پوچھا:
''یہاں کیا ہو رہا ہے؟''
''ایک شخص لوگوں کو دین جدید کی طرف دعوت دے رہا ہے۔''
جونہی انیس کے کان میں یہ بات پڑی وہ ادھر دوڑا گیا تو ایک شخص کو کہتے ہوئے پایا:
''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، میں اس کی تعریف کرتا ہوں، اسی سے مدد چاہتا ہوں، اس پر ایمان لاتا ہوں، اس پر توکل کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔''
حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: ''تو نے جھوٹ کہا۔''
تو وہ شخص بولا: ''نبی جھوٹ نہیں بولا کرتے، قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں تمہاری طرف خصوصیت سے اور عام لوگوں کی طرف عمومیت کے ساتھ۔ بخدا تم اسی طرح مرو گے جیسے کہ سوتے ہو اور اٹھائے جاؤ گے جیسے کہ جاگتے ہو۔ تم سے تمہارے اعمال کا حساب لیا جائے گا، پھر ابدی جنت ہے یا ابدی جہنم۔''
ایک شخص بولا: ''جب ہم گل سڑ کر خاک ہو جائیں گے تو کیسے اٹھا لیے جائیں گے؟''
وہ شخص بولا: ''کافر کہتے ہیں جب ہم ہڈیاں اور چونا بن جائیں گے تو کیا پھر نئے سرے سے اٹھا لیے جائیں، آپؐ کہہ دیجئے اے نبی، چاہے پتھر ہو جاؤ یا لوہا کچھ اور جو بھی تمہارے نزدیک بڑی سے بڑی چیز ہو، وہ کہیں گے ''ہمیں کون لوٹائے گا؟''

آپ ﷺ کہہ دیجئے اے نبی ﷺ! کہ جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، پھر وہ آپ ﷺ کی طرف اپنے سر جھکا کر کہیں گے اور ایسا کب ہوگا؟ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ عنقریب ہوگا۔

انیس غور سے سن رہا تھا۔ لوگ آپ ﷺ کے پاس سے اٹھ اٹھ کر چلے گئے۔

ایک نے کہا: ''یہ کاہن ہے۔''

دوسرا بولا: ''نہیں شاعر ہے۔''

تیسرے نے کہا: ''نہیں بلکہ جادوگر ہے۔''

انیس نے رسول اللہ ﷺ اور ان کی قوم کی باتیں سنیں۔ تھوڑی دیر وہ سر جھکائے رہا، پھر کہنے لگا:

''بخدا اس کی باتیں شیریں ہیں، بخدا وہ سچا ہے اور وہ لوگ بیشک جھوٹے ہیں۔''

پھر وہ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر چل پڑا، سارے راستے میں حضرت محمد ﷺ کے بارے میں سوچتا چلا گیا اور آپ ﷺ کی باتوں پر تعجب کرتا رہا۔ حتیٰ کہ غفار جا پہنچا، بھائی سے ملا تو انہوں نے بڑے اشتیاق سے دریافت کیا:

''کیا خبر لائے ہو؟''

''میں ایک ایسے شخص سے مل کر آیا ہوں جو یہ کہتا ہے کہ اللہ نے اسے تیرے مسلک کے مطابق بھیجا ہے، میں نے دیکھا کہ وہ بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔''

''لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟''

''کہتے ہیں کہ ''یہ شاعر، ساحر اور کاہن ہے'' مگر وہ تو شاعر نہیں ہے کیونکہ میں شعر کی تمام قسموں سے خوب واقف ہوں، میں نے اس کی باتوں کو شعری معیار پر پرکھا تو دیکھا کہ اس کا کلام شعر نہیں ہے، نہ وہ جادوگر ہے۔ کیونکہ میں نے جادوگروں، جادو اور جھاڑ پھونک وغیرہ کو دیکھا ہے، نہ وہ کاہن ہے کیونکہ میں بہت سے کاہنوں سے ملا ہوں، اس کی باتیں کاہنوں جیسی نہیں ہیں۔''

''وہ کیا کہتا ہے؟''

''وہ تو عجیب عجیب باتیں کہتا ہے۔''

''کیا تجھے اس کی کوئی بات یاد نہیں؟''

''بخدا اس کا کلام بہت شیریں تھا مگر مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔''

''مجھے تیری باتوں سے تسلی نہیں ہوئی، میں خود اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''اچھی بات ہے مگر اس کے خاندان والوں سے بچنا کیونکہ انہوں نے اس کے گرد گھیرا ڈال رکھا ہے۔''

ابوذرؓ نے اپنا مشکیزہ لیا اور روانہ ہو گئے، دین جدید کے بارے میں سوچتے جاتے تھے، وہ اپنی آرزوؤں کو پورا ہوتا دیکھ رہے تھے، وہ سوچ رہے تھے میں کہاں ٹھہروں؟ کس طرح ان تک پہنچوں؟ مجھے ان تک کون پہنچائے گا اور اگر میں کسی شخص سے ان کے بارے میں دریافت کروں گا تو کیا ان کے دشمنوں اور جھٹلانے والوں کی تکلیف سے محفوظ رہوں گا؟ بالآخر انہوں نے اپنے دل میں یہ طے کیا کہ مسجد میں بیٹھ کر رسول ﷺ کی جستجو کروں گا۔

ابوذرؓ مکہ پہنچ گئے، مسجد میں پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کو ڈھونڈنے لگے مگر نہ انہیں وہاں پایا نہ ان کا کوئی تذکرہ سنا۔ وہ مسجد میں ٹھہرے رہے حتیٰ کہ سورج ڈوب گیا اور رات کی تاریکی چھانے لگی، اہل مکہ سو گئے اور طواف کرنے والوں کی تعداد کم ہو گئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ طواف کے لیے آئے اور ابوذرؓ کے پاس سے گزرے۔ وہ بیٹھے ہوئے تھے، حضرت علیؓ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

''آپ مسافر معلوم ہوتے ہیں؟''

''جی ہاں۔''

''میرے ساتھ آؤ۔''

حضرت علیؓ انہیں گھر لے گئے۔ دونوں خاموش جا رہے تھے، ابوذرؓ نے ان سے کچھ بھی نہیں پوچھا حتیٰ کہ وہ گھر تک پہنچ گئے۔ ابوذرؓ نے رات گزاری اور جب صبح ہوئی تو پھر رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں مسجد کا رخ کیا، نہ انہوں نے کسی سے پوچھا نہ کسی نے انہیں کچھ بتایا، وہ اسی جستجو میں سخت منتظر رہے کہ دن ختم ہو گیا، رات ہو گئی اور حضرت علیؓ آئے، آپؓ کے سامنے سے گزرے تو کھڑے ہو گئے، فرمایا:

''کیا آپؓ ابھی تک اپنے گھر کو نہیں پا سکے؟''

''نہیں۔''

''اچھا تو میرے ساتھ چلیں۔''

وہ دونوں خاموش جا رہے تھے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا:

''کیا معاملہ ہے؟ کیوں یہاں آئے ہو؟''

''اگر کسی سے نہ کہو تو بتا دوں۔''

''یقیناً۔''

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک شخص کا ظہور ہوا ہے جو اپنے آپ کو نبیؐ کہتا ہے۔ میں نے اپنے بھائی کو اس سے باتیں کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ وہ لوٹا تو کوئی تشفی بخش خبر نہ لا سکا تو میں نے خود ہی ان سے ملاقات کی ٹھانی۔''

''تو ہدایت پا گیا' میں اسی کی طرف جا رہا ہوں، میرے پیچھے پیچھے چلا آ، جہاں سے میں داخل ہوں تم بھی داخل ہو جانا، اگر میں کوئی خطرہ محسوس کروں گا تو دیوار کے پاس کھڑے ہو کر جوتا درست کرنے لگوں گا تو تم واپس لوٹ جانا۔''

دونوں چلے، ابوذرؓ نے دل میں خوشی کی لہر محسوس کی کہ انہیں نبیؐ کا ایک مخلص دوست مل گیا ہے، اللہ نے ان کو ہدایت پر لگانا چاہا ہے اور یہ کہ وہ اسلام کی طرف سبقت لے جائیں گے اور رسول اللہ ﷺ کے مقربین سے ہو جائیں گے، اس کے دین کو پھیلائیں گے، اس کو بلند کریں گے اور اس کی مدد کریں گے۔

حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور ابوذرؓ بھی۔ جب رسول اللہ ﷺ کو انہوں نے دیکھا تو فرمایا:

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپ کون ہیں؟''

''غفاری۔''

رسول اللہ ﷺ اور ابوذر رضی اللہ عنہ میں بات چیت ہونے لگی اور مختلف قسم کی باتیں ہوئیں آخر میں ابوذرؓ نے کہا:

''مجھ پر اسلام پیش کیجئے۔''

''اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں، محمد ﷺ اللہ کا رسول ہے اور نماز قائم کرے۔''

ابوذرؓ نے کہا۔

''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ''

''ابوذرؓ! اس معاملہ کو چھپائے رکھنا، اپنے وطن واپس چلا جا جب ہمارے ظاہر ہونے کی خبر پہنچے تب آنا۔''

رسول اللہ ﷺ نے ان سے یہ بات اس لیے کہی تھی تاکہ قوم انہیں ستائے نہیں۔ مگر کیا ابوذرؓ نے آپ ﷺ کی یہ بات تسلیم کرلی؟ کیا ابوذرؓ جیسا انسان اپنے اسلام کو چھپا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں وہ تو علی الاعلان کہے گا پھر چاہے جو کچھ بھی ہو اور لوگ جو چاہیں کریں، یہ اعلان رضائے الٰہی کے لیے ہوگا، اگرچہ کافر کراہت کریں لہٰذا آپؓ نے رسول اللہ ﷺ پر بھروسہ کرتے ہوئے عرض کیا:

''قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا میں تو خوب چلا کر کہوں گا۔''

ابوذرؓ مسجد کے ارادے سے نکلے۔ آپؓ کا دل ایمان کے نور سے معمور تھا۔ کسی کی گرفت کا انہیں خوف نہ تھا، نہ وہ کسی سے ڈرتے تھے حتیٰ کہ مسجد میں پہنچے، قریش وہاں جمع تھے، آپؓ نے کہا:

''اے قریشیو! میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔''

کیا لوگ ایسی بات پر خاموش رہ سکتے تھے؟ کیونکہ ابوذرؓ ان کی تحقیر کرنے اور انہیں ذلیل کرنے آئے تھے۔ یہ کیسے ہوسکتا تھا، سب کے سب اٹھے اور اس بے دین کو مارنے لگے تاکہ مار ہی ڈالیں، مگر عباسؓ ادھر نکل آئے، وہ ابوذرؓ پر اوندھے ہوگئے پھر قوم کی طرف متوجہ ہوکر بولے:

تم پر افسوس ہے، ایک غفاری کو مارے ڈالتے ہو، جدھر سے تمہاری راہ ہے اور

تجارت کے لیے تم ادھر سے ہی گزرتے ہو۔"

انہوں نے چھوڑ دیا۔ ابوذرؓ سرخ بت کی طرح کھڑے تھے، زم زم پر آئے، پانی پیا، خون صاف کیا اور کعبہ سے رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہو گئے، وہاں حضرت ابوبکرؓ بیٹھے تھے، انہوں نے فرمایا:

"تم یہاں کب سے ہو؟"

"تین دن سے۔"

"تمہیں کھانا کون کھلاتا ہے؟"

"کوئی بھی نہیں، بس زم زم کا پانی پی لیتا تھا۔"

"یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجئے کہ آج رات میں انہیں کھانا کھلاؤں۔"

نبی ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت ابوذرؓ چلے، حضرت ابوبکرؓ نے دروازہ کھولا اور طائف کی منقیٰ پیش کی، یہ سب سے پہلا کھانا تھا جو ابوذرؓ نے یہاں کھایا۔

اگلے دن صبح ہوگئی، ابوذرؓ نے پھر محسوس کیا کہ مجھے اپنے اسلام کا اعلان کر دینا چاہیے، لوگوں کی مار دھاڑ سے آپؓ کے عزم میں اور پختگی پیدا ہو گئی۔ مسجد گئے اور کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکار کر کہا:

"اے گروہِ قریش! اے گروہِ قریش!"

لوگ آپؓ کی طرف آئے اور اردگرد جمع ہو گئے۔ آپؓ نے پکار کر کہا:

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ"

لوگوں کو غصہ آ گیا خوب پیٹا حتیٰ کہ آپ بے ہوش ہو گئے، حضرت عباسؓ آپؓ کی غم خواری کے لیے دوڑے آئے۔ آپؓ کھڑے ہوئے، چہرے اور بدن پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے اور آہ آہ کرتے جاتے تھے مگر آپؓ کی روح خوش تھی گو جسم زخموں سے چور تھا، پھر آپؓ رسول اللہ ﷺ کی طرف گئے، سلام کیا، بیٹھے اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں ایک کھجوروں والی سرزمین کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ یثرب ہی ہے۔ شاید اللہ تیرے ذریعہ سے انہیں نفع

پہنچا دے اور تجھے اجر دے۔"

ابوذرؓ نے کہا:

"ضرور۔"

ابوذرؓ ایمان سے لبریز دل کے ساتھ غفار روانہ ہوئے، آپؓ کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی عظمت راسخ ہو چکی تھی۔ آپؓ سوچ رہے تھے کہ کیا کیا مصیبتیں رسول اللہ ﷺ سے ملنے پر لاحق ہوئیں مگر ان کے ہونٹوں پر تبسم کھیلنے لگتا کہ اللہ نے ہدایت بخشی اس دین کی طرف جسے پاکیزہ نفوس قبول کرتے ہیں اور عقل سلیم مانتی ہے، اگرچہ اس کی وجہ سے آباؤ اجداد کے دین کی تحقیر کرنی پڑتی ہے اور انہیں بے وقوف ماننا پڑتا ہے۔

جب وہ غفار کے قریب پہنچے تو ماں اور بھائی سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور اپنے اسلام لانے کی خوش خبری سنانے کا شوق ہوا، انہوں نے اپنی اونٹنی کو تیز تیز ہنکانا شروع کیا حتیٰ کہ انیس تک جا پہنچے، اس نے پوچھا:

"کہو کیا کیا؟"

"میں نے تصدیق کی اور ایمان لے آیا۔"

"اچھا، کیا تم نے تصدیق کر دی اور اسلام لے آئے؟"

"ہاں، انیس! وہ سچا دین ہے، میں تجھے اس کی طرف دعوت دیتا ہوں۔" ابوذرؓ پر جو کچھ گزرا تھا بیان کرنے لگے۔ انیس نے ایک لحظہ کے لیے گردن جھکا لی، اس کے کانوں میں رسول اللہ کی شیریں باتیں گونجنے لگیں اور ایک سرور سر میں چکر لگانے لگا۔

"مجھے بھی تیرے دین سے دلچسپی ہے، میں بھی اسلام لے آیا اور میں نے بھی تصدیق کی۔"

"چلو ماں کو خوش خبری سنا دیں۔"

وہ دونوں اٹھے اور ماں کی طرف گئے، ماں کی آنکھیں ابوذرؓ کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئیں تو بولی:

"تو نے کیا دیکھا؟"

''میں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنی قوم میں بڑی مروت والا، اچھے اخلاق والا، اچھی ملاقات والا اور شیریں گفتار ہے، علم، امانت، سچائی میں سب سے زیادہ اور فحش و تکلیف دہ کلمات سے دور رہنے والا ہے، اسے کبھی کسی نے لعنت ملامت کرتے اور جھگڑتے نہیں دیکھا حتیٰ کہ اس کی قوم نے اس کا نام امین رکھ دیا ہے۔ وہ لوگوں کو نیکی طرف بلاتا ہے۔ فحش اور بری باتوں سے روکتا ہے۔ لہٰذا میں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اور اسلام لے آیا۔ یہ میرا بھائی انیس بھی مسلمان ہو گیا ہے۔''

ماں نے کہا: ''مجھے بھی تمہارے دین سے دلچسپی ہے۔ میں بھی اسلام لے آئی اور تصدیق کی۔''

ابوذرؓ اپنے گھر والوں کے اسلام لے آنے سے بہت خوش ہوئے مگر کیا وہ اس پر قناعت کر سکتے ہیں؟ اور کیا اس پر قناعت کر سکتے ہیں کہ اپنے گھر میں تنہا کھڑے نماز پڑھتے رہیں؟ ہرگز نہیں! ابوذرؓ اس پر کیسے قناعت کر سکتے ہیں، وہ قوم کی طرف گئے اور دین حق کی دعوت دی، آگے جو ہو سو ہو۔

ابوذرؓ قوم کے پاس آئے وہ خفاف بن ایماء بن رحضۃ الغفاری سردار کے پاس بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے۔ ابوذرؓ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے، اس لیے نہیں کہ ان کے پاس بیٹھ کر گپ شپ کریں اور ہنسی مذاق کی باتیں کریں بلکہ اس لیے بیٹھے تھے تاکہ نئی صبح کے طلوع کی خبر دیں جو انہیں تاریکیوں سے نور کی طرف لے آئے گی اور جو ذلت و فقر سے انہیں عزت و ثروت، سرداری اور سلطنت کی طرف لے جائے گی۔

قصہ گویوں کے درمیان نسیم شام کی طرح گفتگو چل رہی تھی کہ ابوذرؓ نے گفتگو شروع کر دی، پھر کیا تھا آندھیاں چلنے لگیں، بحث و تمحیص اور لے دے شروع ہو گئی حتیٰ کہ حق غالب آ گیا اور اپنے روشن نور سے اس نے تاریکی کو زائل کر دیا، ابوذرؓ نے کہا:

''مکہ میں ایک نبی کا ظہور ہوا ہے جو اس صاف آسمان، وسیع زمین اور چمکدار ستاروں کے خالق کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے......''

ایک شخص نے بات قطع کرتے ہوئے کہا: ''کیا وہ اس بات کا دعویدار ہے کہ اس

دنیا کا لات، عزیٰ، ہبل، منات اور نہم کے علاوہ کوئی اور خالق ہے؟"

ابوذرؓ نے کہا: "ہاں وہ ان گونگے پتھروں کی عبادت سے روکتا ہے؟"

ایک اور شخص بولا: "کیا کہا گونگے پتھر! کیا تو بھی اس کی طرح کہتا ہے؟"

ابوذرؓ نے کہا: "ہاں وہ گونگے پتھر ہیں، اپنے آپ سے نفع وضرر کو دور نہیں کر سکتے۔"

دوسرا بولا: "کیا تو نے اس کی تصدیق کر دی ہے؟"

ابوذرؓ نے کہا: "وہ ایک ایسے دین کی طرف دعوت دیتا ہے جسے عقل قبول کرتی ہے اور نفس مطمئن ہوتا ہے۔ وہ بھائی چارے اور مساوات کی طرف دعوت دیتا ہے کیونکہ اللہ کے ہاں غلام و آقا میں کوئی فرق نہیں۔ اگر فرق ہے تو عقیدے کا ہے، وہ عبد و رب کے درمیان راہ کھولتا ہے کہ بغیر کسی واسطہ کے بندہ اللہ تک پہنچ جائے اور بغیر کسی دوسرے کی قربت کے خدا سے قریب ہو جائے کیونکہ اللہ بندوں سے قریب ہے، ان کا شکوہ اور ان کی دعائیں سنتا ہے اور دلوں کی بات جانتا ہے۔ وہ نبی ﷺ حق کی طرف دعوت دیتا ہے تو میں کیسے تصدیق نہ کروں؟"

ان میں سے ایک اور شخص بولا: "ابوذرؓ گمراہ ہو گیا۔"

ابوذرؓ نے کہا: "واللہ ابوذرؓ ہدایت پا گیا، گمراہ تم ہو۔"

دوسرا بولا: "بے دین سے ملنے کے بعد ابوذرؓ فتنے میں مبتلا ہو گیا اور اسی کی طرح بے دین ہو گیا، اپنے معبودوں کے ساتھ کفر کرتا ہے اور اپنے بزرگوں کو بے وقوف بتاتا ہے۔"

ابوذرؓ نے کہا: "ذرا ٹھہر میں نے تمام بتوں کے ساتھ کفر کیا تھا لات، عزیٰ، منات، ہبل اور نہم کے ساتھ بھی کفر کیا تھا۔ جبکہ میں ابھی تک رسول اللہ ﷺ سے نہیں ملا تھا، مجھے پہلے ہی پتا چل گیا تھا کہ یہ پتھر ہیں نہ ہدایت دے سکتے ہیں نہ گمراہی۔"

قوم میں شور بپا ہو گیا، وہ اپنے معبودوں کی برائی نہ سن سکے تو ابوذرؓ نے کہا:

"ذرا سکون کے ساتھ بحث کرو، دلیل کو دلیل سے ٹکراؤ کیونکہ میں تمہیں ہدایت کرنا چاہتا ہوں، ذرا مجھے اپنی ابتدائے ہدایت کا قصہ سنانے دو۔"

ایک شخص بولا: ''ہرگز نہیں، بس یہی کافی ہے۔''

لوگ بڑ بڑانے لگے تو ان کے سردار خفاف نے کہا: ''ذرا اسے اپنا قصہ تو بیان کرنے دو کیونکہ حق واضح ہوتا ہے۔''

ابوذرؓ نے کہا: ''ایک دن میں نہم کے پاس آیا، بڑی انکساری کے ساتھ میں نے دودھ نذر چڑھایا اور واپس ہونے لگا مگر یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ ایک کتا دودھ پی رہا ہے اور معبود خاموش کھڑا ہے۔ وہ اسے مقدس دودھ سے ہٹا نہ سکا، میں تھوڑی دیر بڑی حیرت سے دیکھتا رہا مگر پھر میں نے اس سے بھی زیادہ عجیب بات دیکھی، میں نے دیکھا کہ کتے نے صرف معبود کی نذر ہی ہڑپ نہیں کی بلکہ پاؤں اٹھا کر اس پر پیشاب بھی کر دیا، یہ ہے نہم کی طاقت، قوت، عزت، جلال اور سلطنت!''

سب نے گردنیں جھکا لیں اور قبر کی سی خاموشی طاری ہوگئی، ابوذرؓ نے کہا:

''افسوس ہے تمہارے دل ذلیل معبود پر ایمان لانے کی وجہ سے سخت ہو گئے ہیں، تم پر اپنی گمراہی واضح ہو چکی ہے۔''

ایک شخص بولا۔ ''یہ ہمیں کون بتا سکتا ہے کہ جس نبیؐ کی تو باتیں کرتا ہے وہ سچا ہے یا جھوٹا؟''

ابوذرؓ نے کہا ''میں نے بھی اپنے دل سے یہ سوال کیا تھا جبکہ ابھی میں رسول اللہ ﷺ سے نہیں ملا تھا۔ مگر جب میں نے آپ کا چہرہ دیکھا تو میں نے دیکھا کہ آپؐ کا چہرہ جھوٹے انسان کا سا نہیں ہے۔''

پہلا شخص بولا ''جب وہ آئے گا تو دیکھی جائے گی؟''

ابوذرؓ نے کہا ''وہ تمہیں نیکی، عمدہ اخلاق، رحم، محبت اور اصلاح و تقویٰ کی دعوت دیتا ہے، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے روکتا ہے۔ بتاؤ ایک چھوٹی سی بچی کی کیا خطا ہے کہ وہ معصوم زندہ درگور کر دی جاتی ہے ..... رسول ﷺ تمہارے پاس دنیا اور دین کی سعادت لایا ہے۔''

ابوذرؓ ان کے پیچھے لگے رہے حتیٰ کہ خفاف بن رحضہ سردار قوم اسلام لے آیا اور قوم کے بہت سے افراد نے اس کا اتباع کیا۔ ابو ذرؓ کو باقی لوگوں کے بھی اسلام

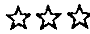
لانے کی طمع ہوئی، تو وہ ان سے کہنے لگے:

''تم لوگ دین الٰہی میں کیوں داخل نہیں ہوتے اور رسول ﷺ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟''

اب انہوں نے نہ سخت کلامی کی اور نہ انہیں جھٹلایا' اب کیسے جھٹلاتے، حق تو ان پر واضح ہو چکا تھا اور ہدایت واضح ہو چکی تھی وہ بولے:

''جب رسول اللہ ﷺ آئیں گے تو ہم بھی مسلمان ہو جائیں گے۔''

لوگ چلے گئے، پورا قبیلہ غفار دینِ جدید کے فرحت آفریں سائے تلے اطمینان و سکون کے ساتھ خوشی خوشی سو گیا۔ یہ پہلی رات تھی۔



بانسری سدا نہیں بجتی

خفاف بن ایماء قوم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا۔ نماز کے بعد ہر شخص اپنے کام پر چلا گیا، ابوذرؓ اور خفاف باتیں کرنے لگے، ابوذرؓ نے کہا:

''ایک عرصہ سے ہم نے محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے متعلق کچھ نہیں سنا' پتا نہیں ان کا کیا ہوا؟''

''جو لوگ ایمان لے آئے تھے قبائل نے انہیں خوب ستایا اور قید کر دیا تاکہ وہ اپنے دین سے پھر جائیں اور کچھ لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔''

''جو قافلہ شام کی طرف جا رہا تھا اس سے تو ہم نے یہی خبر سنی ہے مگر اس کے بعد کیا ہوا؟ مجھے ان کی خبریں سن کر بڑا افسوس ہوتا ہے، مجھے ڈر ہے کہیں کافر انہیں سخت سزائیں نہ دیں؟''

''کیا کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو عذاب میں مبتلا کر کے انہیں بتوں کی پوجا پر لگا دیں گے؟ بخدا وہ لوگ بڑی واضح گمراہی میں ہیں۔''

''ظلم و زیادتی اور سزا کب وسیلۂ رضا بنی ہے۔ ایمان ان کے دلوں میں گھر کر گیا ہے، اللہ ہدایت کے بعد انہیں گمراہ نہیں کرے گا۔''

''انہوں نے ہر طرح مسلمانوں کو لوٹانا چاہا مگر کامیاب نہ ہو سکے، آخری تیر بھی چھوڑ کر دیکھ لیا کہ انہیں سخت سزائیں دیں اور قید کر دیا۔ عنقریب ان کے تیر انہی کی طرف لوٹیں گے اور عنقریب اسلام تمام اطراف میں پھیل جائے گا اگرچہ مشرکین اس کو ناپسند کریں۔''

''اللہ ہرگز اس قوم کی مدد نہیں چھوڑ سکتا جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہتی ہو، نیکی کی تلقین

کرتی ہو اور بدی سے روکتی ہو۔ عنقریب اللہ اپنے دین کو ظاہر کردے گا اور اپنے کلمہ کو بلند کرے گا۔"

ایک شخص خفاف و ابوذرؓ کے پاس آیا اور سلام کیا تو ابوذرؓ نے اس سے پوچھا:

"کہاں سے آئے ہو؟"

"مکہ سے۔"

"رسولِ خدا ﷺ اور ان کے اصحابؓ کا کیا حال ہے؟"

"طرح طرح کے عذاب چکھ رہے ہیں، کیا تم نے عہد نامہ کا قصہ نہیں سنا؟"

"نہیں۔"

"کچھ مسلمان ہجرت کرکے حبشہ چلے گئے۔ اہل حبشہ نے ان کی بڑی خاطر و مدارت کی، امان دی اور عہد کیا کہ نہ انہیں تکلیف دیں گے اور نہ ان کے بارے میں کوئی تکلیف دہ کلمہ سنیں گے۔ قریش نے عمرو بن العاص کو بہت سے ہدیے دے کر نجاشی کے پاس بھیجا اور مطالبہ کیا کہ بے دینوں کو ہمارے حوالے کردے مگر جب نجاشی نے سیدنا جعفرؓ اور ان کے دوستوں کی باتیں سنیں تو اس نے عمرو بن العاص کی بات نہ مانی۔"

خفاف بولا: "کیا نجاشی نے ایسا کیا ہے؟ وہ تو بڑا بھاری بادشاہ ہے۔"

وہ شخص بولا: "بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اس نے مسلمانوں کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور ان کی بڑی خاطر و مدارت کی۔"

ابوذرؓ نے پوچھا: "اور قریش نے کیا کیا؟"

وہ شخص بولا جب قریش کو معلوم ہوا کہ نجاشی نے سیدنا جعفرؓ اور ان کے دوستوں کے ساتھ اچھا معاملہ کیا ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے دوستوں پر غضب ناک ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ کے قتل پر اتفاق کرلیا اور بنو ہاشم کے خلاف ایک عہد نامہ لکھا کہ نہ ان سے نکاح کیا جائے گا نہ خرید و فروخت کی جائے گی اور نہ میل جول رکھا جائے گا۔ یہ عہد نامہ انہوں نے کعبہ میں لٹکا دیا۔ کفار نے بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں نظر بند کردیا اور سامان رسد روک دیا۔ بنو ہاشم کو سخت تکالیف کا سامنا ہوا، بعض

قریش تو اس بات سے خوش ہوئے اور بعض کو رنج ہوا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ابوطالب سے کہا کہ اس عہد نامہ کو دیمک چاٹ گئی ہے اور سوائے اللہ کے نام کے اب اس میں کچھ بھی باقی نہیں رہا، ابو طالب نے کہا "بھتیجے! کیا یہ بات بالکل درست ہے؟" آپؐ نے فرمایا "ہاں بخدا!"

ابوطالب نے اس امر کا ذکر اپنے بھائیوں سے کیا، انہوں نے کہا:

"تمہارا کیا خیال ہے، کیا یہ بات بالکل درست ہے؟" ابو طالب نے کہا کہ "واللہ آج تک تو اس نے مجھے کوئی غلط بات نہیں کہی۔"

وہ بولے پھر کیا رائے ہے؟ ابو طالب نے کہا "میرا خیال یہ ہے کہ تم لوگ عمدہ عمدہ کپڑے پہنو اور یہ بات انہیں سناؤ" وہ لوگ گئے، مسجد میں داخل ہوئے اور حجر اسود کے قریب جا بیٹھے جہاں بڑے بڑے قریشی جمع ہوا کرتے تھے۔ لوگ انتظار کرنے لگے کہ کیا کہتے ہیں۔ ابوطالب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ "میرے بھتیجے نے کبھی مجھ سے کوئی غلط بات نہیں کی، اس نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ نے تمہارے عہد نامہ کو دیمک لگا دی اور وہ تمام الفاظ کو جو ظلم و جور اور قطع رحمی پر مشتمل تھے سب کو چاٹ گئی، صرف نامِ خدا باقی رہ گیا ہے، اگر میرا بھتیجا سچا ہے تو تمہارے برے ارادے آپ ہی ختم ہوگئے اور اگر وہ جھوٹا ہے تو میں اسے تمہارے سپرد کردوں گا خواہ تم اسے قتل کردینا یا زندہ باقی رکھنا۔"

سب لوگ ایک زبان ہو کر بولے:

"تُو نے انصاف کی بات کہہ دی۔"

انہوں نے عہدنامہ منگوایا، کھول کر دیکھا تو اس میں سوائے نامِ خدا کے کچھ بھی باقی نہیں رہا تھا۔

ابوذرؓ نے پوچھا: "پھر اس کے بعد انہوں نے کیا کیا؟"

وہ بولا: "وہ لوگ اپنی بات سے پھر گئے۔"

ابو طالب نے کہا: "جب بات صحیح نکلی تو اب ہم کیونکر قید میں رکھے جا سکتے ہیں؟"

پھر ابو طالب اوران کے ساتھی کعبہ کے پردوں سے چمٹ کر دعا کرنے لگے۔

''اے اللہ ہماری مدد کر، قطع رحمی کرنے والے ظالموں سے بچا اور حرام کو حلال کرنے والوں سے بچا۔''

پھر وہ قوم کے پاس گئے تو ان میں سے کچھ لوگ قریش کو ان کی اس حرکت پر ملامت کرنے لگے اور ہتھیار باندھ کر نکلے، بنو ہاشم بنو عبدالمطلب کے پاس گئے اور ان سے کہا:

''جاؤ اپنے اپنے گھر چلے جاؤ۔''

خفاف نے پوچھا:

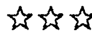
''اور باقی لوگوں نے کیا کیا؟''

''انہوں نے بھی بدرجہ مجبوری قبول کرلیا۔''

خفاف نے کہا:

''مجھے تعجب ہے رسول اللہ ﷺ اپنے کنبے والوں سے اتنی تکالیف کیوں برداشت کررہے ہیں۔''

ابوذرؓ نے کہا ''بانسری سدا نہیں بجتی۔''



مدینہ میں اسلام

جس طرح آگ پھونس میں لگتی ہے اسی طرح اسلام مدینہ میں پھیل گیا۔ قبیلہ غفار کو اس امر پر بڑی مسرت ہوئی، مسلمان ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے کہ اوس اور خزرج مسلمان ہوگئے جو لوگوں میں سب سے زیادہ چرب زبان، سب سے اچھے شمشیرزن اور سب سے زیادہ ہمدرد وغم خوار ہیں۔ اللہ نے اپنے دین کو ابھارنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ نبی ﷺ کی امداد اور اپنے وعدے کو پورا کرنے کی ٹھان لی ہے، انیس اپنے بھائی ابوذرؓ کے پاس خوش خبری لے کر آیا اور کہنے لگا:

"مدینہ میں اسلام پھیل گیا ہے اور اوس وخزرج اسلام لے آئے ہیں۔"

ابوذرؓ نے کہا: "عنقریب رسول اللہ ﷺ ان کی طرف ہجرت کر کے چلے آئیں گے۔"

انیس حیرت زدہ ہوکر اپنے بھائی ابوذرؓ کی طرف دیکھنے لگا اور بولا:

"کیا تیرے پاس کوئی اطلاع آئی ہے؟"

"نہیں، نہ مجھے یثرب کے اسلام لانے کی کوئی اطلاع تھی۔"

"پھر تجھے کیسے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ادھر ہجرت کر آئیں گے۔"

"جس دن میں ان سے ملا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا میں ایک کھجوروں والی بستی کی طرف بھیجا گیا ہوں، میرا خیال ہے کہ وہ یثرب ہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا۔"

"مگر کیا ان کی قوم انہیں چھوڑ دے گی کہ وہ کسی وقت مسلمانوں کو ان کے خلاف لے کر چڑھ آئیں۔"

"چھوڑیں یا نہ چھوڑیں وہ عنقریب ادھر ہجرت کریں گے۔"

"مگر کیسے اور کب؟"

"یہ تو اللہ ہی جانے، اللہ کی باتیں اللہ ہی جانے۔"

ابوذرؓ چلنے لگے تو ان کے بھائی نے پوچھا:

"کہاں جاتے ہو؟"

میں یثرب جا رہا ہوں تاکہ ان کے اسلام کی خبر کی تصدیق کروں اور نبیٔ حبیب ﷺ سے متعلق کچھ اطلاعات لوں۔

ابوذرؓ یثرب کی طرف روانہ ہوگئے حتیٰ کہ بنو ذریق کی مسجد میں جا پہنچے وہاں آپؓ نے ایک قاری کو قرآن پڑھتے سنا تو اندر چلے گئے اور دریافت کرنے لگے کہ تم میں سے کون شخص رسول اللہ ﷺ سے ملا تھا؟ لوگوں نے آپؓ کو رافع بن مالک الزرقی کی طرف بھیج دیا، ابوذرؓ ان سے ملے تو کہا:

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔"

"وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔"

ابوذرؓ، ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا:

"میں تمہارا اسلامی بھائی ابوذرؓ غفاری ہوں۔"

"مرحبا! کیا آپؓ کو کسی چیز کی ضرورت ہے کہ پوری کی جائے۔"

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؓ اسلام لے آئے ہیں اور قبیلہ اوس وخزرج بھی داخل اسلام ہوگئے ہیں تو مجھے رسول اللہ ﷺ کی باتیں سننے کا شوق ہوا لہٰذا میں تمہارے پاس چلا آیا شاید جو میرے سینے میں آتش اشتیاق ہے وہ کچھ بجھ سکے۔"

"ہم رسول اللہ ﷺ سے ملے اور مسلمان ہوگئے، ہمارا کوئی گھر ایسا نہیں جس میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر نہ ہو۔"

"آپؓ ان سے کب ملے تھے؟ کہاں اور کیسے؟"

"میں اور میرے ساتھ پانچ یثربی ساتھی منیٰ میں ٹھہرے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ گزرے اور کھڑے ہوگئے، فرمایا کیا آپ یہودیوں کے حلیف ہیں؟ ہم نے کہا،

"ہاں۔" آپ ﷺ نے ہمیں اسلام کی دعوت دی، اسلام پیش کیا اور قرآن سنایا تو ہم مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا۔ "کیا تم لوگ میری پشتیبانی کرو گے حتیٰ کہ میں اپنے پروردگار کا پیغام لوگوں تک پہنچا دوں۔" ہم نے کہا "یارسول اللہ ﷺ! ہم اللہ اور رسول ﷺ کے لیے ہر طرح کی جدوجہد کرنے کو تیار ہیں۔ صرف ہم، کیونکہ ہمارے قبیلے میں آپس میں سخت دشمنی ہے اگر آپ ﷺ یونہی چلے آئے اور ہماری وہی سابقہ حالت ہو تو ہم مل کر آپؐ کی مدد نہیں کر سکیں گے لہٰذا اب تو ہمیں مہلت دیجئے حتیٰ کہ ہمارے قبیلے کے حالات درست ہو جائیں، اگلے سال ہم آپ ﷺ سے ملیں گے۔"

"جب اگلا سال آیا تو خزرج کے دس اور اوس کا ایک آدمی مکہ آ گیا، ہم رسول اللہ ﷺ سے ملے، اسلام لے آئے اور ہم نے بیعت کی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، چوری نہیں کریں گے، زنا نہیں کریں گے، اولاد کو قتل نہیں کریں گے، کسی پر بہتان نہیں دھریں گے اور کسی اچھے کام میں اللہ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم اپنی بیعت کو پورا کرو گے تو تمہارے لیے جنت ہے اور جو شخص پورا نہیں کرے گا اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے، وہ چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے۔"

"پھر ہم وہاں سے لوٹے تو اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا۔"

"کیا اس کے بعد بھی آپ لوگ رسول اللہ ﷺ سے ملے؟"

"ہاں، جب موسم حج آیا تو ہم ایک دوسرے سے روانگی کے لیے کہنے لگے تاکہ حج اور زیارت رسول ﷺ سے مشرف ہوں، ہم کوئی ستر آدمی تھے جو اوس و خزرج کے ساتھ روانہ ہوئے، اوسی اور خزرجی کوئی پانچ سو افراد تھے، ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، آپ ﷺ نے فرمایا۔ "جب لوگ سو جائیں تو داہنی گھاٹی کے پاس مجھ سے ملنا جو کہ عقبہ کے زیریں حصہ میں ہے مگر کسی سوتے کو جگانا نہیں اور کسی غیر حاضر کا انتظار نہیں کرنا۔"

"جب لوگ سو گئے تو ہم نے کھسکنا شروع کیا۔ رسول اللہ ﷺ وہاں پہلے سے موجود تھے، سوائے عباسؓ بن عبدالمطلب کے آپ ﷺ کے ساتھ کوئی نہ تھا، ہم جمع ہوگئے تو عباسؓ نے فرمایا:

"اے گروہ خزرج! تم نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی ہے۔ محمد ﷺ ہمارے ہاں سب سے زیادہ عزت دار ہیں لہٰذا وہ لوگ بھی آپ ﷺ سے مدافعت کرتے ہیں جو آپ ﷺ کے مذہب کو نہیں مانتے بس آپ ﷺ کی عزت وشرافت کے پیش نظر آپ ﷺ کی مدد کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تمہارے سوا کسی کی مہمانی قبول نہیں کی ہے اگرچہ تم صاحب طاقت وشجاعت اور پامردی والے ہو مگر سارے عرب کے لوگ تمہارے دشمن ہوجائیں گے، خوب سوچ لو اور متفقہ فیصلہ کرکے اٹھو، اچھی بات وہ ہے جو صاف اور سچی ہو۔"

معرور نے کہا: "جو کچھ آپؓ نے کہا سن لیا، ہمارے دل میں اگر کوئی اور بات ہوتی تو آپؓ سے کچھ کہتے جو کچھ آپؓ نے کہا وہی ہمارے دل میں ہے، ہمیں سب کچھ معلوم ہے پھر بھی ہم اپنے مال و جان سے رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیں گے۔"

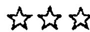
پھر رسول اللہ ﷺ نے کچھ آیاتِ قرآنی تلاوت کیں اور ہمیں اللہ اور رسول ﷺ کی طرف بلایا تو براء بن معرور نے تصدیق کی اور ایمان لایا پھر کہا۔ "یارسول اللہ ﷺ ہمیں بیعت کیجئے۔"

"ابوالہیثم بولا: "ہم نے آپ ﷺ کی بیعت کو مال کے تلف ہونے اور بزرگوں کے قتل ہونے کے باوجود قبول کیا۔"

چاروں طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں اور لوگ آپس میں بولنے لگے تو حضرت عباسؓ نے فرمایا:

"ذرا آہستہ کیونکہ جاسوس لگے ہوئے ہیں، اپنے بزرگوں کو آگے کرو وہ تمہاری طرف سے بات کریں گے، ہم ان کی بات کو تسلیم کریں گے کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہ تمہاری قوم تمہارے مخالف ہوجائے گی، جب بیعت کر چکو تو اپنی اپنی جگہ واپس چلے جانا۔"

پھر حضرت عباسؓ نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ ہاتھ پھیلائیے۔"
ہم سب نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی۔
ابوذرؓ نے پوچھا: "رسول اللہ ﷺ کیسے تھے؟"
رافعؓ نے کہا: "اچھے تھے، اللہ ان کی حفاظت کرتا ہے اور کچھ لوگ اہل شجاعت و حرب، اللہ نے ان کی حفاظت پر تعینات کر رکھے ہیں۔"
"کیا آپ ﷺ قریشیوں کی مخالفت سے نہیں ڈرتے؟"
"ہرگز نہیں، ابوذرؓ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہماری اس صحبت کے بعد مشرکین نے اصحابِ رسول ﷺ کو اس قدر گالیاں دی ہیں اور تکلیفیں پہنچائی ہیں کہ اس سے پیشتر کبھی اس قدر ایذا رسانی نہیں کی تھی، انہیں تنگ کر رکھا ہے اور ان کے ساتھ بڑی بری حرکتیں کرتے ہیں۔ اس ظلم و زیادتی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان مکہ سے نکل جائیں گے اور یثرب کی طرف چلے آئیں گے۔"
"کیا رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ساتھ آئیں گے؟"
"ہاں عنقریب آئیں گے، یثرب اور اہل یثرب کو مبارک ہو۔"



غفار کو خدا بخشے

قبیلہ غفار میں خوشی کی لہر دوڑ گئی جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں اور مکہ و مدینہ کے درمیان ہیں۔ ابوذرؓ نے خوش بختی و سعادت کی ایک موج آتے ہوئے محسوس کی۔ وہ قوم کے ساتھ آپ ﷺ کا انتظار کرنے لگے۔ لوگ ابوذرؓ کے اردگرد جمع ہو گئے اور آپؓ سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں دریافت کرنے لگے کہ "رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟ اور کیسی شکل وصورت ہے؟" آپؓ نے فرمایا: "عنقریب دیکھ لو گے لوگوں میں سب سے بہتر اور سب سے افضل ہیں۔"

لوگوں کو انتظار کرتے کرتے دیر ہو گئی تو ابوذرؓ راہ پر نظریں دوڑانے لگے تا کہ سب سے پہلے لوگوں کو آپ ﷺ کے آنے کی خوش خبری سنائیں، مشتاق قلوب کو اطمینان بہم پہنچائیں اور اس خوف کو جو ان کے دلوں پر آپ ﷺ کے نہ آ سکنے کی وجہ سے مسلط ہو گیا ہے دور کر دیں۔

وقت گزرتا گیا، بنو غفار بڑی بے چینی سے رسول اللہ ﷺ کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ ابوذرؓ نے جو نظریں دوڑائیں تو ایک اونٹ سامنے آتا دیکھا تو غور سے دیکھنے لگے، سب ابوذرؓ کی سمتِ نظر کی طرف دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ابوذرؓ چلائے۔

"بخدا رسول اللہ ﷺ آ گئے۔"

یہ سن کر سب یک زبان ہو کر چلائے۔ "رسول اللہ ﷺ آ گئے۔"

ابوذرؓ تیزی سے آگے بڑھے اور سلام عرض کیا، اونٹنی کی مہار پکڑی۔ اردگرد لوگ اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے تھے، باندیاں، بچے اور بچیاں پکار رہے تھے۔ "رسول اللہ ﷺ آ گئے۔"

رسول اللہ ﷺ اپنی اونٹنی سے اترے۔ مسلمان آپ ﷺ کو سلام کرتے تھے۔ آپ ﷺ بیٹھ گئے اور ابوبکرؓ وعظ فرمانے لگے۔ پھر رسول اللہ ﷺ قرآن پڑھنے لگے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ لوگ جوق در جوق آپ ﷺ کی طرف بیعت کے لیے بڑھے۔ ابوذرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس بڑے فخریہ انداز میں خوش خوش کھڑے تھے۔ لوگ آپ ﷺ کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگے، انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص روشن چہرے، مسکراتے منہ اور شیریں اخلاق والا ہے نہ بہت دبلا ہے نہ موٹا' ناک نقشہ خوب ہے، آنکھیں چوڑی سیاہ، مونچھیں بھری ہوئی، لمبی پلکیں، آواز ذرا بیٹھی ہوئی سی، قوس نما بھوئیں، سیاہ بال، لمبی گردن اور گھنی داڑھی والا ہے، خاموش رہتا ہے تو وقار ٹپکتا ہے اور بولتا ہے تو جلال برستا ہے، باتیں ایسی جیسے جواہر پارے، شیریں گفتار، نہ بالکل کم گو نہ بہت بولنے والا، بلند آواز، دور سے حسین ترین لگنے والا اور قریب سے شیریں ترین معلوم ہونے والا، درمیانہ قد، نہ اتنا دراز کہ ناگوار ہو اور نہ اتنا چھوٹا کہ لوگ حقیر سمجھیں۔

خفاف بن رحصۃ الغفاری نے رسول ﷺ اللہ سے عرض کی کہ "ایک تحریر میری قوم کے لیے لکھ دیجئے۔"

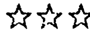
آپ ﷺ نے لکھ دیا کہ "بنو غفار مسلمان ہیں، ان کے وہ تمام حقوق ہیں جو ہر مسلمان کے ہیں اور ان پر وہ واجبات ہیں جو ہر مسلمان کے ذمہ ہیں۔ نبی ﷺ نے ان کی جانوں اور مالوں کے بارے میں اپنی اور اللہ کی طرف سے انہیں امان دے دی ہے، جو کوئی ان پر ظلم کرے گا، ہم ان کی مدد کریں گے اور جب کبھی نبی ﷺ انہیں مدد کے لیے طلب فرمائیں گے تو وہ لبیک کہیں گے، نبی ﷺ پر ان کی امداد فرض ہے مگر یہ کہ دین کے بارے میں وہ برسرپیکار ہوں۔ یہ معاہدہ ابدالآباد کے لیے ہے مگر یہ دستاویز کسی ناجائز بات کے لیے استعمال نہیں کی جا سکتی۔"

بنوغفار سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ ابوذرؓ بہت خوش ہوئے کہ ان کی قوم کے افراد گروہ درگروہ داخل اسلام ہو رہے ہیں، انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا:

”تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں ہدایت دی، اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاسکتے۔“

رسول اللہ ﷺ ابوذرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

”غفار کو خدا بخشے۔“



مدینہ کی طرف روانگی

زمانہ گزرتا گیا۔ ایک دن ابوذرؓ مسجد کی طرف گئے تاکہ نماز عصر ادا کریں۔ وہ اپنے دبلے پتلے جسم کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے، جب نماز ہو چکی تو مسجد میں ایک گوشہ میں ایک شخص کے پاس بیٹھ گئے جو دردناک آواز سے کلام پاک پڑھ رہا تھا، غور سے سننے لگے اور خشوع وخضوع سے سر جھکا لیا۔ پڑھنے والا تجوید کے ساتھ یہ آیت پڑھ رہا تھا۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ (الصف۔10)

"اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتادوں جو دردناک عذاب سے بچادے۔"

ابوذرؓ بہت غور سے سن رہے تھے ان کے دل میں دعوت الٰہی نے چٹکی لی وہ اپنے بارے میں سوچنے لگے کہ کیوں نہ میں رسول اللہ ﷺ اور مجاہدین کے ساتھ یہیں رہ پڑوں، غفار کیوں جاؤں، ضرور مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہ کر کفار سے جہاد کرنا چاہیے پھر یا عزت ونصرت ہے یا شہادت وموت ہے اور جنتیں ہیں جن کی وسعت زمین وآسمان ہے۔ ابوذرؓ کے گندم گوں چہرے سے عزم ٹپکنے لگا، وہ اٹھے، گھر گئے اور اپنے بھائی انیس سے کہنے لگے:

"کل میں یثرب جاؤں گا۔"

"کیا وہاں زیادہ دیر قیام رہے گا کب واپسی ہوگی؟"

"میں اب کبھی لوٹ کر نہیں آؤں گا۔"

"تو وہاں کیا کرو گے؟"

''رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہوں گا اور آج کے دن کے بعد سے ان سے کبھی جدا نہیں ہوں گا۔''

''کہاں قیام کرو گے؟''

''میں ان اصحاب رسول ﷺ کے ساتھ مسجد ہی میں رہوں گا جن کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔''

''تم سچے مسلمان ہو، تم نے اپنی مراد پالی لہٰذا اب یہیں رہو، تمہارے خاندان والوں کو تمہاری ضرورت ہے۔''

''نبی ﷺ ان لوگوں سے زیادہ بہتر ہے، اے انیس! جو کچھ ضائع ہو چکا وہی کافی ہے، نبی ﷺ نے غزوہ بدر کیا اور میں غفار ہی میں رہا پھر غزوہ احد کیا اور آپ ﷺ کے بہت سے ساتھی شہید ہو گئے اور بلند مراتب کو پہنچ گئے مگر میں ابھی تک اپنے گھر میں پڑا ہوں۔ اور پھر جنگ خندق ہوئی اور میں جہاد میں شریک نہ ہوا۔ اے انیس! یہ کیا تھوڑا نقصان ہو چکا ہے۔''

''گھر پر ہی رہو، جب جہاد کے لیے بلائے جاؤ گے تو چلے جانا۔''

''اللہ نے ایک انسان کے دو دل نہیں بنائے۔ میں نے اپنی جان اللہ کے حوالے کر دی ہے، مجھے دنیا کی بے مایہ پونجی کی تمنا نہیں، میں تو بس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضامندی کا طالب ہوں۔ تو اب مجھے کیا چیز روک سکتی ہے؟ بخدا میں یثرب ضرور جاؤں گا، اللہ ہی ہدایت دیتا ہے۔''

ابوذرؓ نے روانگی کا ارادہ کر لیا، نہ توشہ لیا نہ کچھ اور تو انیس نے کہا:

''کیا بقدر ضرورت بھی توشہ ساتھ نہیں لو گے؟''

''مجھے سارے راستے کے لیے سوکھے ٹکڑے کافی ہیں۔''

ابوذرؓ مدینہ روانہ ہو گئے نبی ﷺ سے جا ملے اور آپ ﷺ کے متبعین میں داخل ہو گئے۔ آپ ﷺ کے علم سے فیض یاب ہوئے۔ آپ ﷺ سے ادب سیکھتے۔ آپ ﷺ کے زہد کے مطابق عمل پیرا ہوتے اور آپ ﷺ کی مہربانی و کرم کی پیروی کرتے۔

☆☆☆

اصحابِ صُفّہ

ابوذرؓ مسجد نبوی میں رات دن عبادت میں مشغول رہنے لگے۔ انہوں نے دنیا کی ہر چیز سے منہ موڑ لیا، مال، جاہ ولذت سب کو چھوڑ دیا اور اللہ سے دل لگا لیا، جب رات ہو جاتی تو ان اصحابِ رسول ﷺ کے ساتھ مسجد میں رات گزار دیتے جن کا کوئی گھر بار نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ عشائیہ کے وقت انہیں بلاتے اور اپنے ساتھ کھانا کھلاتے اور کچھ لوگوں کو کھانا تقسیم کرا دیتے۔ ابوذرؓ بھی انہی لوگوں سے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ اللہ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا تب ہی تو ان کے دل کا قفل کھول دیا۔ یقین وصدق عطا فرمایا، دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان عطا فرمائے، لہٰذا انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنا اسے محفوظ رکھا، پڑھا لکھا، حفظ کیا، حدیث حاصل کی اور حدیث کی روایت کی۔ آپؓ بڑے محدثین میں سے تھے، زہد وعبادت میں رسول اللہ ﷺ کی پوری پوری پیروی کرتے تھے لہٰذا آپؓ مشہور ترین زاہد ہو گئے۔

ایک رات حضرت عمرؓ مسجد میں داخل ہوئے، ابوذرؓ تنہا بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

''تنہا کیوں بیٹھے ہو؟''

ابوذرؓ بولے: ''نیک ساتھی، تنہائی سے بہتر ہے اور برے ساتھی سے تنہائی بہتر ہے۔ بھلائی کا پہنچانے والا برائی کے پہنچانے والے سے بہتر ہے۔ امانت مہر سے بہتر ہے اور مہر بدظنی سے بہتر ہے۔''

حضرت ابوذرؓ اور حضرت عمرؓ نے اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کر دیں۔ بعدازاں لوگ

مسجد میں آنے لگے۔ بلالؓ نے مغرب کی اذان دی، نبی ﷺ اور لوگ نماز کے لیے نکلے، جب نماز ہو چکی تو ذکر کرنے والوں کے حلقے بن گئے اور کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی باتیں سننے بیٹھ گئے۔ ابوذرؓ رسول اللہ ﷺ کی باتیں سن رہے تھے آپ ﷺ فرما رہے تھے۔

''کتاب اللہ میں اگلوں پچھلوں کی خبریں ہیں، حکمتیں ہیں، جو اسے چھوڑ دے گا خدا اسے توڑ دے گا اور جو اس سے علاوہ کسی اور کتاب سے ہدایت طلب کرے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔ وہ اللہ کی مضبوط رسی ہے، ذکر حکیم وصراط مستقیم ہے، خواہشات نفسانی کو یہاں راہ نہیں، زبان کے لڑکھڑانے کی یہاں جگہ نہیں، علماء کبھی اس سے سیر نہ ہو سکیں گے اور یہ کتاب کبھی پرانی نہیں ہوگی، اس کے عجائبات ختم نہیں ہوں گے جنّات نے بھی اسے سنا تو کہا:

''ہم نے سنا ہے، قرآن عجیب ہے، سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے لہٰذا ہم اس پر ایمان لے آئے۔''

جو شخص اس کے ساتھ کلام کرے گا سچ بات کرے گا، جو اس پر عمل کرے گا، اجر پائے گا۔ جو اس کے ساتھ حکم کرے گا، عدل کرے گا اور جو اس کی طرف بلائے گا وہ سیدھی راہ کی طرف ہدایت پائے گا۔''

نماز عشا کے بعد لوگ مسجد سے لوٹ آئے صرف اہل صفہ رہ گئے۔ رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لے گئے اور اصحابؓ سو گئے۔ جب تہائی رات گزر گئی تو رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور ابو ہریرہؓ سے کہا: ''میرے اصحاب کو بلاؤ'' ابو ہریرہؓ ہر شخص کے پاس آئے اور جگایا۔ ابوذرؓ کو بھی جگایا۔ سب لوگ رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر جمع ہوئے، اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے اجازت دے دی، سب لوگ داخل ہوئے کوئی تیس آدمی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سامنے جو کا سالن رکھا اس پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا۔

''بسم اللہ کر کے کھاؤ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ آلِ محمد ﷺ کو آج اس کے سوا کچھ نصیب نہیں ہوا۔''

انہوں نے جی بھر کے کھایا، پھر مسجد میں چلے گئے تاکہ سو جائیں۔ ابھی زمین سے پہلو بھی نہ لگانے پائے تھے کہ نیند آگئی، سب بڑی گہری نیند سوئے، چاروں طرف سکون چھا گیا اور ابوذرؓ بھی سو گئے۔ آپؓ نے کپڑوں کی سرسراہٹ سنی تو آنکھیں کھول دیں، دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد کی طرف آ رہے ہیں۔ آپؓ غور سے دیکھنے لگے، دیکھا کہ آپ ﷺ قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور نماز شروع کر دی۔ ابوذرؓ نے ادھر کان لگا دیئے تو یہ آیت پڑھتے سنا۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (المائدہ۔ 118)

اگر تو انہیں مبتلا عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو تو تو غالب ہے، حکمت والا ہے۔

ابوذرؓ برابر غور سے دیکھتے رہے، دیکھا کہ آپ ﷺ ساری رات رکوع، سجود میں رہے، حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔ آپؓ کو بڑا تعجب ہوا، اس راز کی معرفت کے درپے ہو گئے، جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ چکے تو ابوذرؓ آگے بڑھے اور عرض کی:

"یارسول اللہ ﷺ! آپ ساری رات یہ آیت پڑھتے رہے حتیٰ کہ رکوع و سجود میں مشغول رہے۔"

"میں نے اپنے پروردگار سے شفاعت کی درخواست کی تھی، سو اللہ نے مجھے عطا کر دی، انشاء اللہ مجھے حق شفاعت ضرور ملے گا اِلّا یہ کہ کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے۔"



نصیحت

زمانے کی چکی گھومتی رہی۔ ابوذرؓ غزوہ خندق کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے۔ آپؓ بڑے بہادر تھے، تنہا راستہ روک لیتے تھے اور قافلہ پر غارت ڈال دیتے تھے گویا کہ وہ شیر ہیں، نبی ﷺ کے ساتھ غزوہ بنی لحیان اور غزوہ قرد میں شریک ہوئے۔ ۲ ھ ہجری میں جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بنی المصطلق کے لیے نکلے تو ابوذرؓ کو مدینہ کا حاکم بنایا۔ آپ ﷺ بنو مصطلق سے مریسیع میں لڑے جو قدید و ساحل کے درمیان واقع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس جنگ میں کفار کو شکست دی تھی۔

ابوذرؓ کا رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بڑا مرتبہ تھا، چنانچہ ان کی موجودگی میں آپ ﷺ ہمیشہ ابوذرؓ ہی سے ہر معاملہ کی ابتدا کیا کرتے اور اگر آپؓ موجود نہ ہوتے تو آپؓ کو دریافت فرمایا کرتے۔ ایک دن ابوذرؓ حاضر خدمت ہوئے۔ آپ ﷺ سفید کپڑا اوڑھے سو رہے تھے۔ پھر آئے تو آپ ﷺ بیدار ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے ابوذرؓ سے فرمایا:

"جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور مر گیا وہ جنت میں گیا۔"

ابوذرؓ نے دریافت کیا: "اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے۔"

ابوذرؓ نے پھر پوچھا: "اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے۔"

رسول اللہ نے پھر تاکیداً فرمایا: "اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے۔"

ابوذرؓ نے یہ بات عجیب سی محسوس کرتے ہوئے پھر سوال کیا:

"اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے، گو ابوذرؓ اسے ناپسند

کرتا ہے۔"

پھر دونوں مسجد کی طرف روانہ ہو گئے، جب دونوں مسجد میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ابوذرؓ! سر اٹھا۔"

ابوذرؓ نے سر اوپر کو اٹھایا تو دیکھا کہ ایک شخص سفید کپڑے پہنے جا رہا تھا۔ چند قدم چلے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا: "اے ابوذرؓ! اللہ کے نزدیک یہ شخص تمام روئے زمین سے بہتر ہے۔"

ابوذرؓ مسجد میں رہے حتیٰ کہ وہیں رات گزارتے گویا مسجد نبوی ہی آپؓ کا گھر تھا۔ ایک دن ایک شخص آیا تو آپؓ کے گھر میں کچھ بھی نہ تھا تو وہ شخص بولا۔

"اے ابوذرؓ! تیرا سامان کہاں ہے؟"

ابوذرؓ نے کہا:

"ہمارا ایک گھر ہے جہاں ہم اپنا اچھا اچھا سامان جمع کرتے رہتے ہیں۔"

"مگر جب تو یہاں ہے۔ یہاں بھی تو سامان کی ضرورت ہے۔"

"پھر تو گھر والا ہمیں یہاں نہ رہنے دے گا۔"

ابوذرؓ نے اس شخص کی طرف دیکھا اور کہا:

"بخدا اگر تم لوگ وہ بات جانتے جو میں جانتا ہوں تو نہ اپنی عورتوں کے پاس جاتے، نہ بستر پر سوتے، بخدا میں تمنا کرتا ہوں کہ اللہ مجھے درخت بنا دیتا جس کے پھل لوگ کھایا کرتے۔"

"کیا وہ بات تجھے دنیا میں حصہ لینے سے روکتی ہے؟"

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "تعجب ہے اس شخص پر جو ہمیشگی کے گھر کی تصدیق کرتا ہے پھر بھی تیاری، دھوکے کے گھر کی کرتا ہے۔"

وہ شخص چلا گیا۔ ابوذرؓ مسجد کی طرف متوجہ ہوئے اور اندر داخل ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ تنہا بیٹھے تھے۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس جا بیٹھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اے ابوذرؓ! مسجد کے لیے بھی سلام ہے اور مسجد کا سلام یہ ہے کہ جب داخل ہو تو تو دو رکعت پڑھو۔ جاؤ پڑھ آؤ۔"

ابوذرؓ نماز پڑھ کر پھر آ بیٹھے۔ آپؐ نے موقع کو غنیمت جانا اور عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ نے نماز کا حکم دیا ہے تو نماز ہے کیا؟''

''بہترین چیز ہے کم ہو یا زیادہ۔''

''یا رسول اللہ ﷺ! سب سے بہتر عمل کون سا ہے؟''

''ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ۔''

''یا رسول اللہ ﷺ کون سا مسلمان سب سے بڑا مسلمان ہے؟''

''جس کی زبان اور جس کے ہاتھوں سے لوگ محفوظ رہیں۔''

''یا رسول اللہ ﷺ! کون سی ہجرت سب سے افضل ہے؟''

''گناہوں کا ترک کرنا۔''

''یا رسول اللہ ﷺ! کون سی نماز بہتر ہے؟''

''طویل قنوت والی۔''

''یا رسول اللہ ﷺ! روزہ کیا ہے؟''

''ایک فرض ہے جس پر جزا ملے گی اور اللہ کے ہاں بہت کچھ ملے گا۔''

''یا رسول اللہ ﷺ! کون سا جہاد افضل ہے؟''

''جس کا گھوڑا ذبح کر دیا گیا اور جس کا خون بہا دیا گیا۔''

''یا رسول اللہ ﷺ! کون سے غلام بہتر ہیں؟''

''جو سب سے گراں ہیں اور اللہ کے نزدیک اچھے ہیں۔''

''یا رسول اللہ ﷺ! کون سا صدقہ افضل ہے؟''

''غریب آدمی کا صدقہ جو نادار کو دے''

''یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی آیتوں میں سے کون سی آیت آپؐ کے نزدیک سب سے بڑی ہے۔''

''اے ابوذرؓ! آیت الکرسی! ساتوں آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے کسی میدان میں ایک حلقہ پڑا ہو۔''

''اللہ نے کتنی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے؟''

''ایک سو صحیفے، چار کتابیں۔ شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے، خنوخ علیہ السلام پر تیس، ابراہیم علیہ السلام پر دس، موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے پہلے دس صحیفے اتارے تھے۔ اور پھر اتارا چار کتابوں تورات، انجیل، زبور اور قرآن کو۔''

''یا رسول اللہ ﷺ ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے کیسے تھے؟''

''سب کہاوتیں تھیں۔ ''اے نمرود صاحب سطوت بادشاہ! میں نے تجھے اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ دنیا کو جمع کرتا رہے بلکہ میں نے تجھے اس لیے بھیجا ہے کہ مظلوم کی پکار کو سنے کیونکہ میں مظلوم کی پکار کو نہیں لوٹاتا اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔''

اس میں ایک کہاوت یہ تھی اگر انسان اپنی عقل پر قابو رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ کسی وقت تو اپنے رب کے حضور مناجات کرے، کسی وقت محاسبہ کرے، کسی وقت صنعت الٰہی میں غور وفکر کرے، کسی وقت کھانے پینے میں لگے۔ عاقل انسان کو چاہیے کہ زمانے پر نظر رکھے، اپنی حالت کی دیکھ بھال رکھے اور اپنی زبان کو محفوظ رکھے، جو شخص اپنے کلام اور اپنے عمل کو نگاہ میں رکھے اس کا کلام گھٹ جائے گا بس بقدر ضرورت بات کرے گا۔''

''یا رسول اللہ ﷺ! موسیٰؑ علیہ السلام کے صحیفے کیسے تھے؟''

''سب عبرت پر مشتمل تھے مثلاً مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو موت پر یقین رکھتا ہے اور پھر خوش ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو آگ پر یقین رکھتا ہے اور پھر ہنستا ہے، تعجب اس شخص پر جو تقدیر پر یقین رکھتا ہے اور پھر غم کرتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جس نے دنیا، اس کے انقلابات اور اس کی غداری دیکھی پھر مطمئن ہو بیٹھا، تعجب ہے اس شخص پر جو حساب پر یقین رکھتا ہے پھر بھی عمل نہیں کرتا۔''

''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے نصیحت کیجئے۔''

''میں تجھے اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ یہی سب کی جڑ ہے۔''

یا رسول اللہ ﷺ! اور۔''

''تلاوت قرآن کو لازم پکڑ کیونکہ یہ زمین کا نور اور آسمان کا ذکر ہے۔''

یا رسول اللہ ﷺ کچھ اور۔''

''زیادہ ہنسنے سے بچ کیونکہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور چہرے کی رونق زائل ہو جاتی ہے۔''

''یا رسول اللہ ﷺ! اور کچھ فرمایئے۔''

''ہمیشہ خاموش رہ، اِلّا یہ کہ کوئی بھلائی کی بات ہو کیونکہ اس سے شیطان دور رہتا ہے اور دینی امور پر مدد ملتی ہے۔''

''یا رسول اللہ ﷺ! مزید۔''

''غریبوں سے محبت کر اور ان کے ساتھ بیٹھا کر۔''

''یارسول اللہ ﷺ! کچھ اور عطا ہو۔''

''نیچے والے کی طرف دیکھ، اوپر والے کی طرف مت دیکھ، کیونکہ ایسا کرنے سے نعمت الٰہی نگاہوں میں کم معلوم نہیں ہوتی۔''

''یا رسول اللہ ﷺ! کچھ اور زیادہ کیجئے۔''

''اہل قرابت سے صلح رحمی کر اگرچہ وہ قطع رحمی کریں۔''

''یا رسول اللہ ﷺ! اور۔''

''اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے مت ڈر۔''

''یارسول اللہ ﷺ! کچھ اور؟''

''حق کہہ اگرچہ کڑوا ہو۔''

''یارسول اللہ ﷺ! اور کچھ فرمایئے۔''

اگر تو اپنے نفس کو پہچانتا ہے تو لوگوں سے محفوظ رہے گا، تو جو کچھ کرتا ہے اس سے ان پر غصہ نہیں کرے گا یہی عیب تیرے لیے کافی ہے کہ تو لوگوں کی باتوں کو جانتا ہو اور اپنے نفس سے غافل ہو، کیا تو اپنے کیے پر ان سے غصہ رکھتا ہے؟

پھر اپنا ہاتھ ابوذرؓ کے سینہ پر مارا اور فرمایا:

''اے ابوذرؓ! کوئی عقل تدبیر کی طرح نہیں، کوئی پرہیزگاری، ترک سے بہتر نہیں اور کوئی حسن، حسن اخلاق سے بہتر نہیں۔''

☆☆☆

جانبِ مکہ

رسول اللہ ﷺ خاموش مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تمام لوگ آپ ﷺ کے اردگرد خاموش بیٹھے تھے۔ خیال تھا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوگی۔ لہٰذا لوگ کچھ نہ بولے۔ وقت گزر گیا، سب بتوں کی طرح خاموش بیٹھے تھے کہ ابوذرؓ آئے اور آپ ﷺ کے پاس جا بیٹھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"اے ابوذرؓ! کیا آج کے دن تُو نے نماز پڑھی ہے؟"

"نہیں۔"

"جا اور نماز پڑھ۔"

ابوذرؓ گئے اور چاشت کی چار رکعتیں پڑھیں۔

رسول اللہ ﷺ آپؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "اے ابوذرؓ! جن اور انس کے شیاطین سے پناہ مانگ۔"

"اے پیغمبر خداؐ! کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں؟"

"ہاں، جن وانس کے شیاطین ایک دوسرے کی طرف، آراستہ پیراستہ دھوکے کی باتوں کی وحی کرتے ہیں۔"

نبیٔ مکرم بھی خاموش ہو گئے اور ابوذرؓ بھی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اے ابوذرؓ! کیا میں تجھے ایسے کلمات نہ بتا دوں جو جنت کی کنجیاں ہیں؟"

"کیوں نہیں، اللہ مجھے آپ ﷺ پر قربان کر دے۔"

"کہہ، لاحول ولاقوۃ اِلّا باللہ۔"

عمرو بن سالم خزاعی مسجد میں داخل ہوئے اور فوراً رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہو کر آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کی:

''یا رسول اللہ ﷺ! قریش نے صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا۔''

مسجد والے ہر طرف سے پوچھ گچھ کرنے لگے:

''کیسے؟ کیسے؟''

''میرا قبیلہ خزاعہ آپ ﷺ کے عہد میں داخل ہوا تھا اور بنو بکر قریش کے حلیف بنے تھے۔ آپ ﷺ جانتے ہیں کہ ہمارے اور بنو بکر کے درمیان پرانی عداوتیں تھیں جو صلح حدیبیہ کے بعد دب گئی تھیں۔ جب تم لوگوں کو جنگ موتہ میں روم کے مقابلہ پر شکست ہوئی تو قریشیوں کا یہ خیال تھا کہ اب تمہاری طاقت ختم ہو گئی اور اس غزوہ کے بعد اب تم اٹھ نہ سکو گے۔ لہٰذا انہوں نے بنو بکر کو بھڑکایا۔ ایک رات ہم اپنے ایک چشمہ پر تھے کہ بنو بکر نے اچانک حملہ کر دیا اور ہمارے چند آدمی قتل کر دیئے۔ لہٰذا اے پیغمبرؐ خدا! آپ ﷺ کے پاس مدد کے لیے آیا ہوں تاکہ آپ ﷺ ظالموں کے خلاف ہمارا ساتھ دیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمرو بن سالم! ہم تمہاری ضرور مدد کریں گے۔''

تھوڑی دیر آپ ﷺ سر جھکائے رہے۔ آپؐ نے سوچا کہ اب سوائے فتح مکہ کے کوئی اور چارۂ کار نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے تمام جزیرۂ عرب میں قاصد بھیج دیئے کہ مدد کے لیے تیار ہو جائیں۔

نبی کریم ﷺ فتح مکہ کی تیاری کرنے لگے۔ آپ ﷺ سوچنے لگے کہ کسی طرح مکہ کو بغیر خون بہائے فتح کرنا چاہیے۔ مختلف راہیں سوچنے کے بعد آپؐ نے طے کیا کہ اس کے لیے بہترین وسیلہ یہ ہے کہ اہلِ مکہ پر اچانک حملہ کر دیا جائے کہ وہ مدافعت نہ کر سکیں۔

لوگ جنگ کی تیاری کرنے لگے، انہیں معلوم نہ تھا کہ کدھر کا ارادہ ہے۔

حضور ﷺ اور ابوذرؓ لوگوں کو بتانے کے لیے نکلے کہ مکہ کی طرف کوچ ہو گا تاکہ بیت الحرام پر قبضہ کیا جائے جسے اللہ نے مبارک اور سببِ ہدایت بنایا ہے۔

آپ ﷺ راہ میں تھے، آپ ﷺ نے ایک درخت کی دو شاخیں جھکائیں تو ان

سے پتے جھڑنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اے ابوذرؓ!"

"لبیک یا رسول اللہ!"

"مسلمان لوجہ اللہ نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔"

دونوں چلے حتیٰ کہ قوم تک پہنچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مکہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا اور اللہ سے دعا کی کہ قریش کے جاسوسوں کو پتہ نہ چلے کہ انہیں مسلمانوں کی روانگی سے متعلق کچھ علم ہو۔

مسلمانوں کا لشکر مکہ کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ یہ لشکر اتنا بڑا تھا کہ اتنا بڑا لشکر کبھی جمع نہیں ہوا تھا۔ ابوذرؓ پورے راستہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتے رہے۔ کبھی آپ ﷺ سے جدا نہیں ہوتے تھے۔

ابوسفیان خبریں لینے کے لیے نکلا۔ اس نے جگہ جگہ آگ روشن دیکھی اور اتنا عظیم الشان لشکر دیکھا کہ کبھی ایسا لشکر نہ دیکھا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ سے ملا اور دریافت کرنے لگا۔ حضرت عباسؓ نے کہا:

"رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ صبح لوگوں کا ارادہ زبردستی مکہ میں داخل ہونے کا ہے۔"

ابوسفیان، رسول اللہ ﷺ کا لشکر دیکھ کر پریشان ہوگیا۔ وہ ڈرا کہ یہ لشکر مکہ میں داخل ہوگیا تو کیا ہوگا۔ لہٰذا حضرت عباسؓ سے کہنے لگا مجھے پناہ دیجئے۔ حضرت عباسؓ نے اسے رسول اللہ ﷺ کے خچر پر اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ راہ میں حضرت عمرؓ نے اسے دیکھا تو جلدی سے رسول اللہ ﷺ کے خیمے کی طرف گئے اور اس کی گردن مارنے کی اجازت طلب کی مگر حضرت عباسؓ نے کہا:

"یا رسول اللہ ﷺ! میں اسے پناہ دے چکا ہوں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے عباسؓ! اسے اپنے کجاوے کی طرف لے جاؤ۔ صبح ہوتے لانا۔"

صبح مہاجرین و انصار رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ ابوسفیان کو لایا گیا تو نبی کریم ﷺ نے کہا۔

''اے ابوسفیان! تجھ پر افسوس ہے۔ کیا وقت نہیں آیا کہ تو یہ جانے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے؟''

''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! آپ کس قدر حلیم، کریم اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ قسم بخدا اب مجھے یقین ہو گیا ہے اگر اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو ضرور میری مدد کرتا۔''

''افسوس ہے تجھ پر اے ابوسفیان! کیا وقت نہیں آیا کہ تُو جانے کہ میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں۔''

''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! آپ کتنے حلیم، کتنے کریم اور کتنے صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ قسم بخدا! اب تک اس بارے میں دل میں کچھ شک ہے۔''

حضرت عباسؓ ابوسفیان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے اسلام کا مطالبہ کیا کہیں گردن نہ ماردی جائے تو اس کے لیے اسلام لانے کے سوا چارۂ کار نہ رہا۔

مسلمانوں کے لشکر مکہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ ذی طویٰ پر کھڑے ہوئے، مکہ کی سمت دیکھا تو محسوس فرمایا کہ اہل مکہ مقابلہ نہیں کر سکتے تو آپ ﷺ سجدے میں گر پڑے۔ پھر مکہ کے بالائی حصہ میں اترے۔ ابوذرؓ ایک لگن لائے جس میں پانی تھا۔ اس لگن میں کچھ آٹا لگا ہوا تھا۔ ابوذرؓ نے نبی کریم ﷺ کے لیے پردہ کیا اور آپ ﷺ نے غسل فرمایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ابوذرؓ کے لیے پردہ کیا اور انہوں نے غسل کیا اور کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے اونٹنی پر سات چکر لگائے۔ جب طواف کر چکے تو کعبہ کا دروازہ کھول دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے لوگوں سے دریافت کرنے لگے:

''اے اہلِ قریش! کیا سمجھتے ہو کہ میں آپ کے ساتھ کیا کروں گا؟''

وہ بولے: ''آپ ﷺ بہتر ہی کریں گے۔ آپ ﷺ کریم بھائی اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔''

"جاؤ تم آزاد ہو۔"

پھر آپؐ کعبہ میں داخل ہوئے۔ بتوں کی طرف ایک چھڑی سے اشارہ کرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے:

"حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل مٹنے ہی کے لیے ہے۔"

بت، سر اور پشت کے بل اوندھے گرا دیئے گئے۔ ابوذرؓ نے چلانے والوں کے ساتھ چلا کر کہا۔

"کہہ دو، آ گیا حق اور باطل مٹ گیا۔ باطل مٹنے ہی کے لیے ہے۔"



ابوذرؓ ہی ہو

تمام قبائل آپؐ کے فرماں بردار ہو گئے اور لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اسلامی جھنڈا تمام جزیرۂ عرب پر لہرانے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے صدقات کی وصول یابی کے لیے حاکم مقرر کیے۔ لوگوں میں تونگری آ گئی اور ہر طرف خوش حالی پھیل گئی۔ لوگ اچھا کھانے پہننے لگے مگر ابوذرؓ اپنی سابقہ حالت ہی پر رہے۔ ان کا کھانا حسب سابق جو ہی کا تھا۔

ایک دن ابوذرؓ ربذہ گئے، وہاں عرصہ تک قیام کیا پھر مدینہ لوٹے، فوراً رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خاموش بیٹھ گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوذرؓ!''

ابوذرؓ نے کچھ جواب نہ دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا: ''اے ابوذرؓ!''

ابوذرؓ دھیمی آواز سے بولے: ''میں ناپاک ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے باندی کو آواز دی، وہ پانی لائی۔ ابوذرؓ نے غسل کیا، پھر حاضرِ خدمت ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے برابر بیٹھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مٹی کافی ہے، گو برس ہا برس پانی نہ ملے، ہاں جب پانی مل جائے تو غسل کر لینا چاہیے۔''

رسول اللہ ﷺ ابوذرؓ کو نصیحتیں کرنے لگے۔ ابوذرؓ غور سے سن رہے تھے حتیٰ کہ ابن اللتبیہ آئے۔ وہ ازدی تھے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا، ان کے پاس جو کچھ مال تھا اس کے دو حصے کر دیئے اور کہا:

"یہ آپ لوگوں کا ہے اور یہ مجھے بطور ہدیہ ملا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ ابوذرؓ بھانپ گئے اور ان سے پوچھا:

"تجھے کیسے ہدیہ ملا؟"

رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

"اما بعد! میں تم میں سے کسی شخص کو حاکم بنا کر بھیجتا ہوں تو وہ میرے پاس آ کر کہتا ہے کہ یہ تمہارا ہے اور یہ میرا ہے جو مجھے ہدیہ ملا تھا، تو وہ اپنی ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھ رہا کہ لوگ اسے ہدیے دیتے؟ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے جو کوئی بھی اس مال میں سے کچھ لے گا وہ قیامت کے دن اسے گردن پر اٹھائے ہوئے لائے گا، اگر اونٹ ہو گا تو وہ بلبلاتا ہوا آئے گا اور گائے ہو گی تو ڈکراتی آئے گی اور بکری ہو گی تو ممیاتی آئے گی۔"

ابن اللتیبہ جو کچھ لائے تھے سب حوالے کر دیا اور اس میں سے کچھ بھی نہیں لیا۔

ابوذرؓ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

"یہ کام بہتر ہے۔"

وہ بولے: "مجھے معلوم تھا۔"

اور انہوں نے سر جھکا لیا۔ ابوذرؓ نے کہا: "غم نہ کر، اچھی طرح جان لے کہ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں، اس کے لیے وہی کوشش کرتا ہے جسے یقین حاصل نہیں۔"

پھر کہا۔ "جا اور رسول اللہ ﷺ سے معذرت کر۔"

ابن اللتیبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گئے اور معذرت کی، معافی چاہی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ فرماتا ہے:

"اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گناہ گار ہے مگر جسے میں بخش دوں۔ مجھ سے مغفرت چاہو میں معاف کر دوں گا۔ جو شخص یہ جانتا ہے کہ میں بخشنے پر قادر ہوں اور مجھ سے مغفرت کا طالب ہوا میں اسے بخش

دیتا ہوں۔ تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے مگر جسے میں ہدایت دوں اور ہر ایک فقیر ہے مگر جسے میں غنی کر دوں۔ مجھ سے مانگو کہ میں تجھے تونگر کر دوں گا۔ اگر تمہارے اول، آخر، زندہ، مردہ، خشک اور تر شقی بن جائیں تو میری سلطنت سے کچھ بھی کم نہیں کر سکتے۔ اور اگر سب متقی ہو جائیں تو مچھر کے پر کی برابر بھی اضافہ نہیں کر سکتے۔ اور اگر تمہارے اول، آخر، زندہ، مردہ سب مل کر مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کو اس کی آرزو کے مطابق دے دوں تو میری ملکیت سے کچھ بھی کم نہیں کر سکیں گے جیسے کوئی سمندر میں سوئی ڈبو کر نکال لے۔ میری سلطنت میں کمی نہیں آ سکتی، اس لیے کہ میں سخی، بزرگ، محمود ہوں میری بخشش کلام ہے، میرا عذاب کلام ہے، جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں تو کہتا ہوں ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔''

نبی کریم ﷺ اٹھے اور چلے گئے۔ اب لوگوں میں بات چیت ہونے لگی۔ ابوذرؓ زہد کی بزرگی بیان کرنے لگے۔ لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دینے لگے۔ ذاتی مال و دولتِ دنیا کی تحقیر کرنے لگے اور ان لوگوں کو خوشخبری سنانے لگے جو فقیروں کی غم خواری کرتے ہیں، راہِ خدا میں دیتے ہیں کہ انہیں جنتیں ملیں گی جن کا عرض آسمان و زمین ہے۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

لوگ واپس جانے لگے تو ابوذرؓ رسول اللہ ﷺ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ چلے جا رہے تھے۔ دحیہ کلبی کی صورت میں جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ابوذرؓ نے سلام نہ کیا تو جبریل علیہ السلام نے کہا:

''یہ ابوذرؓ ہیں، اگر سلام کرتے تو ہم سلام کا جواب دیتے۔''

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

''اے جبریل علیہ السلام! کیا تم انہیں جانتے ہو؟''

''قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے وہ ساتوں آسمانوں میں زمین کی نسبت سے زیادہ مشہور ہیں۔''

یہ مرتبہ انہوں نے کیسے پایا؟“
”اس فانی دنیا میں زہد کی وجہ سے۔“



سرورِ کائنات ﷺ کو معلوم ہوا کہ سلطنت روم نے ملک شام میں بڑی فوج جمع کی ہے۔ ہرقل نے اپنے ملازموں کو ایک سال کا خرچ دیا ہے۔ لخم، جذام، عاملہ اور غسان جنگ کے لیے نکلے ہیں اور ہرقل جزیرۂ عرب کے شمالی حصہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے تاکہ اہل عرب کا نام و نشان مٹا دے اور مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ کر دے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جہاد کی دعوت دی اور یہ بھی بتا دیا کہ تبوک جانا ہے کیونکہ مدینہ اور شام کے درمیان لمبا سفر تھا۔ مکہ اور قبائلِ عرب کی طرف بھی قاصد روانہ کیے، انہیں صدقہ کا حکم دیا اور امیروں سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے مال سے مسلمانوں کے لشکر کے تیار کرنے میں مدد دیں۔

ابوذرؓ کو پتہ تھا کہ نبی کریم ﷺ، روم سے جنگ کرنے کے لیے تبوک جائیں گے، لہٰذا انہوں نے تیاری شروع کر دی مگر اپنے اونٹ کو زار و نزار پایا۔ وہ اتنی لمبی مسافت طے نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اپنے دل میں کہنے لگے:

”میں کیوں نہ اسے چند دنوں خوب چارہ کھلاؤں، پھر نبی کریم ﷺ کی طرف چلوں۔“

گرمی سخت تھی اور سفر لمبا تھا لہٰذا کمزور ایمان والے مدینہ کے قیام کے لیے بہانے کرنے لگے تاکہ جہاد کے لیے نکلنا نہ پڑے۔ بعض تہی دست رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے کہ ہمیں سواری کے جانور دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”میرے پاس تمہارے لیے کچھ نہیں ہے۔“

وہ لوگ غم سے آنسو بہاتے واپس لوٹ گئے۔

ہر طرف سے لوگ آنے لگے۔ مسلمان مدینہ میں جمع ہوئے۔ ابوذرؓ بھی اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آئے۔ مسلمان جہاد کے لیے نکلے۔ گرمی سخت تھی اور ایک ایک اونٹ پر تین تین آدمی سوار تھے۔ مگر منافق شہر سے باہر نہ نکلے۔

لشکر چلا، غبار اُڑا، گھوڑے ہنہنائے، اونٹ بلبلائے اور عورتیں چھتوں پر چڑھ گئیں تاکہ اسلامی لشکر کو جاتا ہوا دیکھیں جو شام کی طرف سخت گرمی، دھوپ، بھوک اور پیاس کے دنوں میں راہِ خدا میں جہاد کرنے کے لیے جا رہا تھا۔

سورج آسمان کے بیچوں بیچ بلند ہو رہا تھا، اس کی شعاعیں مسلمانوں کے چہروں کو جھلسا رہی تھیں۔ لوگوں کے جسموں سے پسینہ جاری تھا، تمام لوگ گرمی سے تنگ آ گئے تھے۔ کمزور ایمان والے تو بہت ہی ملول ہو رہے تھے۔ کعب بن مالک لوٹ پڑا اور مدینہ کو واپس چلا گیا تو اصحابِ رسولؐ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی:

"یا رسول اللہ ﷺ! کعب تو لوٹ گیا۔"

"جانے دو اگر اس میں بھلائی ہوگی تو خود آ ملے گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات ہے تو اللہ نے تمہیں اس کے شر سے بچا دیا۔"

لشکر چلا جا رہا تھا۔ ابوذرؓ کا اونٹ پیچھے رہ گیا اور وہ لشکر میں شامل نہ ہو سکے۔ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی:

"یا رسول اللہ ﷺ! ابوذرؓ پیچھے رہ گیا۔"

"چھوڑو، اگر اس میں بہتری ہے تو تم سے آ ملے گا اور اگر اس کے علاوہ کچھ اور ہے تو اللہ نے تمہیں اس سے محفوظ کر دیا۔"

لشکر برابر منزلیں طے کرتا چلا گیا اور ابوذرؓ پیچھے رہ گئے۔

کیا ابوذرؓ، نبی ﷺ کا ساتھ چھوڑ سکتے ہیں؟ اور کیا وہ مدینہ واپس لوٹ جائیں گے؟ ہرگز نہیں۔ ابوذرؓ کیسے اپنے محبوب نبی ﷺ کا ساتھ چھوڑ سکتے ہیں؟ نہ وہ منافقوں کے ساتھ مدینہ واپس جا سکتے ہیں۔ وہ سخت پیاسے ہیں۔ انہیں محسوس ہو رہا ہے کہ دم نکلا جا رہا ہے، پانی ساتھ نہیں ہے مگر پیاسا مر جانا مدینہ جانے سے بہتر ہے۔ اونٹ چلتا نہیں۔ انہوں نے اسے بہت ڈانٹا ڈپٹا کہ کسی طرح نبی ﷺ سے جا ملیں مگر کہاں۔ وہ ہلا بھی نہیں۔ تو پھر اب کیا کریں؟ کدھر جائیں؟ اونٹ کو چھوڑ کر سامان پشت پر رکھ کر دوڑنے لگے تاکہ غازیوں سے جا ملیں یا راہ میں شہید ہو جائیں۔

ابوذرؓ پشت پر سامان دھرے رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہوئے۔ گو وہ پیاس

اور تھکن سے چور ہو چکے تھے مگر ان کا مومن دل ان کی ڈھارس بندھا رہا تھا اور بتا رہا تھا کہ تنگی کے بعد کشادگی آتی ہے، لہٰذا آپؓ کا دل قوی ہو جاتا اور سختیوں کے برداشت کی طاقت پیدا ہو جاتی۔ آپؓ کمر باندھتے اور منزل مقصود کی طرف قدم بڑھاتے جاتے۔

مسلمانوں کا لشکر پست اور بلند زمینوں کو قطع کرتا جا رہا تھا۔ سورج انہیں اپنی جلا دینے والی شعاعوں سے جھلسا رہا تھا۔ یرموک پہنچنے سے پہلے پانی ختم ہو گیا تو لوگ اتر پڑے۔ وہ سخت پیاسے تھے، ان کا دم نکلا جا رہا تھا۔ پانی کی تلاش کی تو پانی نہ پایا۔ وہ غور کرنے لگے کہ کیا کریں اور مشورے کرنے لگے۔ بہت سے مسلمان پیاس پر صبر نہ کر سکے لہٰذا انہوں نے اونٹوں کو ذبح کرنا شروع کر دیا تاکہ ان کے شکموں میں سے پانی نکال کر پئیں۔ ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور عرض کی۔

"یا رسول اللہ ﷺ! اللہ آپ کی دعا سنتا ہے۔ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجئے۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "کیا آپ کی یہی خواہش ہے؟"

صدیقؓ اکبر نے کہا۔ "ہاں۔"

چنانچہ خاتم الانبیاء ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور دعا مانگنے لگے۔ ابھی ہاتھ نیچے نہ کئے تھے کہ بادل آ گئے اور برسنے لگے۔ لشکر میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ مسلمان تکبیر و تہلیل کرنے لگے۔ انہوں نے خوب پانی پیا، اپنے برتن بھر لیے اور اللہ کا شکر ادا کرنے لگے۔ بعض لوگ دیکھنے لگے کہ بارش کہاں تک ہے تو دیکھا کہ صرف لشکر کی حد تک ہی ہے۔

پانی سے مسلمان خوب سیر ہوئے اور ان کی پیاس کی تسکین گئی۔ جبکہ ابوذرؓ تنہا سفر کر رہے تھے۔ وہ پیاس سے نڈھال تھے۔ پانی پاس نہ تھا پھر بھی انہیں پانی کی اس قدر پرواہ نہ تھی جتنی کہ رسول اللہ ﷺ کے دیدار کی تشنگی تھی۔

ابوذرؓ نے دور سے مسلمانوں کا لشکر دیکھا تو مُردہ آرزوئیں بیدار ہو گئیں۔ وہ اپنے جسم میں ایک کپکپی سی محسوس کرنے لگے کہ پَر ہوتے تو اُڑ جاتے کیونکہ وہ اس امر کی طاقت نہ رکھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے بارے میں کسی قسم کی بدگمانی کریں یا یہ

خیال کریں کہ آپؓ جہاد نہ کرنے والوں کے ساتھ بیٹھ رہے یا واپس ہونے والوں کے ساتھ واپس لوٹ گئے۔ ابوذرؓ کیسے واپس لوٹ سکتا ہے؟ ابوذرؓ تو رسول اللہ ﷺ کا سچا رفیق اور ساتھی ہے۔ وہ بھلا کیسے راہِ خدا میں جہاد کرنے سے باز رہ سکتا ہے؟

ایک مسلمان نے دور سے ایک آدمی کو آتے ہوئے دیکھا تو کہا:

"یا رسول اللہ ﷺ! سامنے ایک آدمی تنہا آ رہا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"شاید ابوذرؓ ہی ہو۔"

لوگ بغور دیکھنے لگے۔ جب وہ شخص قریب آیا تو پکار اُٹھے۔

"یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو بخدا ابوذرؓ ہیں۔"

"اللہ ابوذرؓ پر رحم فرمائے۔ تنہا چلے گا، تنہا مرے گا اور تنہا ہی روزِ قیامت میں اٹھایا جائے گا۔"

رسول اللہ ﷺ ان کی طرف بڑھے۔ سامنے آئے تو بہت خوش ہوئے۔

"اے ابوذرؓ! اللہ نے تیرے ہر قدم کے بدلے تیرا ایک گناہ معاف کر دیا۔"

رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ بڑھایا، سامان ان کی پشت سے اتارا۔ ابوذرؓ بھوک، پیاس اور تھکن کی وجہ سے غش کھا کر گر گئے۔ پھر پانی طلب کیا اور پانی نوش فرمایا۔

مسلمانوں نے روانگی شروع کی۔ رسول اللہ ﷺ تیس ہزار آدمیوں کے ساتھ تبوک پہنچے۔ دس ہزار گھوڑے آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے بیس رات تبوک میں قیام کیا اور قصر کے ساتھ نماز پڑھتے رہے۔ جب کافروں کی طرف سے کچھ بھی عمل میں نہ آیا تو آپ ﷺ واپس لوٹ آئے۔ نویں رمضان مدینہ پہنچے اور فرمایا:

"اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس سفر پر اجر عطا فرمایا۔"

☆☆☆

لبیک

حجتہ الوداع کے بعد حضرت ابوذرؓ مکہ سے لوٹے تو بہت متفکر تھے۔ وہ یاد کرنے لگے کہ ایک دن وہ تھا جب رسول اللہ ﷺ مدینہ سے حج کے لیے روانہ ہوئے، پھر آپ ﷺ نے ارکانِ حج پورے کیے، ایک جامع خطبہ دیا۔ اس طرح ابوذرؓ مختلف باتوں پر غور کرنے لگے۔ آپؓ کے کانوں میں وہ فقرہ گونج رہا تھا، "آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، اپنا احسان تم پر پورا کیا اور میں نے تمہارے لیے دینِ اسلام کو پسند کیا۔" یہ خیال آتے ہی آپؓ بڑے غمگین ہو گئے کیونکہ انہیں یقین ہو چکا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی رسالت کو پورا کر چکے ہیں اور اب تھوڑا ہی وقت رہ گیا ہے کہ آپ ﷺ اس دنیا میں ہیں۔ پھر آپ ﷺ رفیقِ اعلیٰ سے مل جائیں گے۔ ابوذرؓ غم آگیں تفکرات سے ملول ہو گئے۔ آپؓ رسول ﷺ اللہ کی جدائی کے بارے میں کچھ سوچ بھی نہ سکتے تھے اور کیسے سوچ سکتے جبکہ آپؓ رسول اللہ ﷺ کی آمد کے وقت سے کبھی ان سے جدا نہیں ہوئے تھے۔ کاش ابوذرؓ پہلے ہی مر جائے۔ مگر جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اس قسم کے خیالات آتے ہی نبی ﷺ کی ملاقات کا شوق چرایا، اٹھے اور گھر سے باہر نکل کھڑے ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ اپنے دوستوں کے ساتھ کھڑے ہوئے گفتگو فرما رہے تھے، سب خاموش تھے۔ دو انصاری آئے انہوں نے اصحابؓ کو آپ ﷺ کے اردگرد دیکھا تو ایک نے دوسرے سے کہا۔ "اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھو یہ چند مخصوص لوگ ہمیشہ آپ ﷺ کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔ بہت کم ان میں سے کبھی ایک دو آدمی کم ہوتے ہیں۔"

دوسرا بولا:

”یہ آپ کے مقرب اصحاب ہیں۔“

”دیکھتے ہو آج ایک کم ہے۔“

”بتاؤ کون کم ہے؟“

اب انہوں نے اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کو غور سے دیکھا تو پہلے نے کہا۔

”ابوذرؓ نہیں ہیں۔“

”شاید کسی ضروری کام سے گئے ہوں گے۔“

”تم نے دیکھا رسول اللہ ﷺ ان سے بہت محبت کرتے ہیں۔“

”ہاں، جب وہ موجود ہوتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ ہی ان سے تقسیم کی ابتداء کرتے ہیں اور جب نہیں ہوتے تو ان کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔“

”یقیناً وہ اس محبت و شفقت کے لائق ہیں کیونکہ نیک انسان ہیں۔“

”رسول اللہ ﷺ ان سے ان کے فقر و زہد کی بنا پر محبت کرتے ہیں۔“

اتنے میں حضرت بلالؓ تشریف لائے، غصہ ان کے چہرے سے ٹپک رہا تھا، سلام کیا اور عرض کیا:

”یا رسول اللہ ﷺ ! میرے اور ابوذرؓ کے درمیان آج جھگڑا ہو گیا کیونکہ انہوں نے مجھے ”اے سرخ عورت کے بیٹے“ کہہ کر پکارا ہے۔“

ابوذرؓ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

”ابوذرؓ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آج تو نے اپنے بھائی کو اس کی ماں کے بارے میں عار دلائی ہے۔“

انہوں نے کہا: ”جی یا رسول اللہ ﷺ !“

”ابوذرؓ! تجھ میں جاہلانہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ ابوذرؓ! ذرا سر اٹھا اور دیکھ، اچھی طرح جان لے کہ تو کالے، گورے یا سرخ رنگ والے کسی سے بھی افضل نہیں ہے۔ ہاں اگر فضیلت حاصل کر سکتا ہے تو صرف اپنے اعمال سے۔“

ابوذرؓ نے سر جھکا لیا۔ انہیں یقین ہو گیا کہ انہوں نے بلالؓ کے ساتھ برا کیا ہے۔

آپؓ رسول اللہ ﷺ کے غصہ سے ڈر گئے اور لیٹ کر بلالؓ سے کہنے لگے۔

''بلالؓ! اٹھ میرے رخساروں کو جوتوں سے روند ڈال۔''

بلالؓ جلدی سے دوڑے، ابوذرؓ کو سلام کیا اور انہیں معاف کر دیا۔ ابوذرؓ خاموش رہے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا۔ ''کیوں گالی دی تھی؟''

ابوذرؓ نے کہا: ''مجھے انہوں نے ناراض کر دیا تھا۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب غصہ آئے، کھڑے ہوئے ہو تو بیٹھ جاؤ۔ بیٹھے ہوئے ہو تو لیٹ جاؤ۔''

پھر بات لوگوں میں چل پڑی۔ رسول اللہ ﷺ ابوذرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ ''کیا میں تجھے ایسا عمل نہ بتا دوں جو جسم کے لیے ہلکا ہو اور میزان میں بھاری ہو؟''

ابوذرؓ نے کہا۔ ''ضرور یا رسول اللہ ﷺ۔''

سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: ''خاموشی، حُسنِ اخلاق اور بیکار چیزوں کا ترک۔''

اب اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے اپنے گھر جانے لگے۔ ابوذرؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے، دونوں ساتھ ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ بازار میں جا پہنچے۔ انہوں نے لوگوں کو تجارت میں مشغول پایا۔ رسول اللہ ﷺ ابوذرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''اے ابوذرؓ! میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اس پر عمل کریں تو وہ ان کے لیے کافی ہو۔''

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

''جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے ایک راہ بنا دیتا ہے اور ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔''

دونوں آگے بڑھے۔ رسول اللہ ﷺ ابوذرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

''ابوذرؓ! تُو ایک نیک انسان ہے۔ میرے بعد تجھ پر ایک مصیبت پڑے گی۔''

''اللہ کی راہ میں؟''

"ہاں اللہ کی راہ میں۔"

ابوذرؓ مطلقاً نہ گھبرائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا جواب ان کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی بنا، آپؓ نے ایک نیک انسان کی طرح فرمایا:

"میں حکم الٰہی کو مرحبا کہتا ہوں۔"

رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے اور اپنی بیویوں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں رہنے کی اجازت طلب فرمائی۔ انہوں نے اجازت دے دی۔ ایک دن ہوش آیا تو حضرت عائشہؓ سے فرمایا:

"میرے ان دوستوں کو بلاؤ جو مسجد میں رہتے ہیں۔"

حضرت عائشہؓ نے آدمی بھیجا۔ وہ لوگ آئے اور ابوذرؓ بھی آئے۔ سلام کر کے بیٹھ گئے۔ آپؐ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے:

"مرحبا! اللہ تمہیں سلامت رکھے۔ رحم فرمائے۔ محفوظ رکھے۔ تمہاری مدد کرے۔ تمہیں رزق دے۔ تمہیں منافع عطا کرے۔ طاقت دے اور بچائے۔ میں تم لوگوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تمہارے بارے میں اللہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تمہارا نگران رہے اور تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں۔ میں تمہارے لیے ڈرانے والا ہوں، اللہ کے بندوں اور اس کے ملکوں پر دست درازی نہ کرنا کیونکہ وہ فرماتا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (القصص۔83)

"یہ دارِ آخرت ان لوگوں کے لیے ہے جو زمین میں بڑائی نہیں چاہتے نہ فساد مچاتے ہیں اور آخرت پرہیزگاروں کے لیے ہے۔"

پھر رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے اور سب خاموش ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

"کیا متکبروں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے؟"

پھر خاموش ہو گئے اور سارے حجرے میں سکوت چھا گیا، پھر فرمایا:

"فراق کا وقت قریب آ گیا، اللہ کی طرف، جنت کی طرف، سدرۃ المنتہٰی کی طرف، رفیقِ اعلیٰ کی جانب اور مبارک عیش کی طرف جانے کا وقت آ گیا۔"

ایک شخص بولا: ''یا رسول اللہ ﷺ ! آپ ﷺ کو کون غسل دے گا؟''

فرمایا: ''میرے گھر والے اور میرے قریبی۔''

دوسرا بولا: ''یا رسول اللہ ﷺ ! ہم آپ ﷺ کو کس چیز کا کفن دیں؟''

فرمایا: ''میرے انہی کپڑوں میں یا مصری کپڑوں میں یا یمنی چادر میں۔''

تیسرا بولا: ''یا رسول اللہ ﷺ ! آپ ﷺ کے جنازے کی نماز کون پڑھائے گا؟''

ابوذرؓ سے ضبط نہ ہو سکا، آنسو ڈبڈبا آئے، غم کو چھپا نہ سکے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے تو سب اصحاب رونے لگے۔ رسول اللہ ﷺ بھی روئے۔ سارے حجرے میں غم کے بادل چھا گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''صبر کرو۔ اللہ تم پر رحم کرے، تمہیں اچھی جزا دے۔ جب مجھے غسل و کفن دے چکو تو مجھے میری چارپائی پر رکھ دینا۔ میرے اسی حجرے میں میری قبر کے کنارے۔ پھر ذرا دیر کے لیے باہر نکل جانا کیونکہ سب سے پہلے جو میرے جنازے کی نماز پڑھے گا وہ میرا دوست جبریل علیہ السلام ہوگا۔ پھر میکائیل علیہ السلام، پھر اسرافیل علیہ السلام، پھر عزرائیل علیہ السلام اور ان کے ساتھ تمام ملائکہ ہوں گے۔ پھر تم لوگ گروہ در گروہ داخل ہونا اور درود وسلام پڑھنا مگر کوئی آواز سے نہ روئے۔ نماز جنازہ پہلے میرے گھر والے پڑھیں، پھر ان کی عورتیں، پھر تم لوگ۔ جو میرے دوست یہاں نہیں ہیں انہیں میرا سلام پہنچا دینا اور جس نے میرے دین کی اطاعت کی اسے بھی میرا سلام پہنچا دینا۔''

لوگوں نے دریافت کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ ! آپ ﷺ کو قبر میں کون داخل کرے گا؟''

فرمایا۔ ''میرے گھر والے اور ملائکہ جنہیں تم نہیں دیکھ سکتے۔''

پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ سب نے گردنیں نیچی کر لیں، سارے حجرے میں قبر کی سی خاموشی طاری ہو گئی۔ ابوذرؓ بڑے غمگین تھے کیونکہ فراق کا وقت آن پہنچا تھا۔ وہ رونا چاہتے تھے مگر ان کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ انہیں حلق میں آنسو پھنستے ہوئے محسوس ہوئے تو وہ سر جھکائے باہر نکل آئے۔

بلالؓ نے نماز کے لیے اذان دی۔ ہر طرف سے لوگ مسجدِ رسول ﷺ کی طرف

دوڑے۔ حضرت ابوبکرؓ نے امامت کی، نماز شروع ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ مسجد کی طرف آئے۔ سر پر پٹی بندھی تھی۔ جدھر ابوبکرؓ کھڑے تھے ادھر گئے، مسلمان خوش ہو گئے اور آپ ﷺ کے دیدار کے سخت مشتاق ہوئے۔ ابوبکرؓ نے صفوں میں حرکت محسوس کی تو وہ سمجھ گئے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ وہ پیچھے لوٹے تا کہ آپ ﷺ کے لیے جگہ خالی کر دیں مگر آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں ان کی جگہ پر رکھا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔

ابوذرؓ نے دیکھا تو نشۂ سرور سے مست ہو گئے۔ ان کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا کہ رسول اللہ ﷺ اچھے ہو گئے۔ جب نماز ہو چکی تو لوگ آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے اور سلام کرنے لگے۔ ابوذرؓ بھی دوڑ کر آپ کی باتیں سننے کے لیے آئے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں حتیٰ کہ آپ ﷺ اپنے گھر میں داخل ہو گئے اور لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔

ابوذرؓ آپ ﷺ سے ملنے کے لیے گھر کی طرف روانہ ہوئے کہ دوست کو صحت نصیب ہوئی مگر ابوذرؓ کو یہ کیا پتہ تھا کہ آج کے دن کے بعد انہیں نہیں دیکھ سکیں گے۔ اگر انہیں اس بات کا علم ہوتا تو خوشی غم میں بدل جاتی۔ پھر ابوذرؓ لوٹ آئے۔ انہیں معلوم تھا کہ نبی حبیب ﷺ اہلِ حقوق کے حق ادا کرنے کے لیے باہر تشریف لائے تھے۔ ابوذرؓ چلے آئے مگر انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد انہیں ان کی نصیحت پر عمل کرنے میں کیا کیا مصائب پیش آئیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

"ابوذرؓ! ہمیشہ سچ کہنا گو تلخ ہو۔ اور اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنا۔"

ابوذرؓ چلے آئے۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ تقدیر الٰہی نے کیا اچانک حادثہ چھپا رکھا ہے۔ انہیں کیا پتہ تھا کہ اللہ نے اپنے بندوں کے امتحان کے لیے کیا مصیبتیں چھپا رکھی ہیں اور بے شک صابروں کے لیے اجرِ عظیم ہے۔

حضرت ابوذرؓ گھر کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں ایک شخص ملا، فرمایا: "کہاں جا رہے ہو؟"

"آپ کی طرف۔"

"کیوں؟"

"آپ کی اہلیہ کے بچی پیدا ہوئی ہے۔"

ابوذر خاموش ہو گئے تو وہ شخص بولا:

واذا بشر احدهم بالانثى ظل وجهه مسوّدا وهو كظيم

"جب لڑکی ہونے کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غصہ کے گھونٹ بھرتا ہے۔"

ابوذرؓ نے کہا۔ "حاشا وکلا، سب مرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور ویرانے کو آباد کرنے کے لئے۔ حرص کرتے ہیں فانی کی اور باقی کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ دو مکروہ چیزیں کتنی اچھی ہیں، موت اور فقر۔"



رسول اللہ ﷺ کے گھر سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ لوگ خوف سے خاموش اُدھر دوڑے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے۔ "کیا رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے؟ کیا رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے؟" کہ حضرت فاطمہؓ کی آواز آئی:

"اے باپ! اے باپ! اے باپ!

آپ ﷺ نے پروردگار کو لبیک کہہ دی اے باپ!

جبریل علیہ السلام سے ہم تعزیت کرتے ہیں اے باپ!

جنت الفردوس آپ ﷺ کا ٹھکانہ ہو اے باپ!

آپ ﷺ اپنے رب سے کس قدر قریب ہو گئے ہیں اے باپ!"

مسجد میں رونے والوں کی آواز گونج گئی۔ ابوذرؓ بے انتہا رو رہے تھے۔ بعض صحابہؓ کچھ باتیں کر رہے تھے اور لوگ زار و قطار رو رہے تھے۔ حضرت عمرؓ جلدی سے رسول اللہ ﷺ کے حجرے میں گئے، چہرہ دیکھا تو پُرسکون تھا۔ سمجھے کہ غشی طاری ہے۔ آپؓ فوراً مسجد میں گئے اور لوگوں سے خطاب کیا۔

"منافق کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ وفات پا گئے۔ قسم بخدا آپ ﷺ کا وصال نہیں

ہوا۔ البتہ آپ ﷺ اپنے رب کی طرف اس طرح چلے گئے ہیں جیسے موسیٰ بن عمران علیہ السلام طور پر چلے گئے تھے۔"

لوگ حیران رہ گئے کہ کیا وفات کی خبر دینے والوں کی تصدیق کریں یا حضرت عمرؓ کی! ابوذرؓ کی یہ آرزو تھی کہ عمرؓ کی بات صحیح ہو جائے اور نبی کریم ﷺ منافقین کو ہلاک کرنے کے لیے لوٹ آئیں۔

حضرت ابوبکرؓ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد لوٹے تو دیکھا کہ عمرؓ برابر چیخ رہے ہیں اور منافقین کو ڈرا دھمکا رہے ہیں۔ ابوبکرؓ نے کہا:

"اے عمرؓ! ٹھہرو۔"

لوگوں کو اشارہ کیا کہ وہ خاموش رہیں۔ لوگ خاموش ہو گئے کہ قولِ فیصل سنیں۔ انہوں نے اللہ کی تعریف کی اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

"جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا اسے معلوم ہونا چاہئے کہ محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ زندہ ہے، مرا نہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "اے نبیؐ! تم بھی مر جاؤ گے اور وہ بھی مر جائیں گے۔"

پھر آپؓ نے یہ آیت پڑھی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنَ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ (آلِ عمران۔ 144)

"محمد (ﷺ) تو اللہ کے رسول ہی ہیں ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔ کیا اگر وہ مر گئے یا قتل کر دیئے گئے تو تم ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے؟"

حضرت عمرؓ روتے روتے بے حال ہو گئے کیونکہ اب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں۔ ابوذرؓ پکارے۔

"اے دوست آہ ...... رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے۔ ناصح و مشفق بھائی وفات پا گئے۔ جواد و کریم کوچ کر گئے۔ رسولِ امین ﷺ وفات پا گئے۔"

ابوذرؓ دل کو تسلی و تشفی دینا چاہتے تھے لہٰذا کلامِ پاک کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (القصص۔88)

"اس کے سوا ہر ایک چیز ہلاک ہونے والی ہے اور اس کا حکم چلتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔"

اور

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (آل عمران۔185)

"ہر نفس موت کا ذائقہ چکھے گا اور تمہیں تمہارے اجر پورے دیئے جائیں گے۔"

آپؓ بھاری غمگین قدموں سے چلے کہ دل ہی دل میں یہ الفاظ دہراتے جاتے تھے۔

"رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے، آپ ﷺ پر اللہ کی رحمت ہو یا رسول اللہ ﷺ!"

مسجد رسول ﷺ پر غم چھا گیا۔ حضرت عمرؓ، ابو عبیدہؓ، ابوذرؓ اور سلمانؓ بات چیت کرنے لگے۔ سب کے چہروں پر غم چھایا ہوا تھا۔ حضرت علیؓ، عباسؓ اور ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں داخل ہوئے تاکہ تجہیز و تکفین کریں۔ ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہا:

"انصار، سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہؓ کے ہاتھوں پر بیعت خلافت کے لیے جمع ہو رہے ہیں۔"

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو بلایا، ابوذرؓ بڑبڑانے لگے کہ لوگ حضرت علیؓ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں کیونکہ علیؓ سب سے زیادہ مستحق خلافت ہیں۔ سب سے زیادہ انہوں نے ہی رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی، آپ ان کے چچا زاد ہیں، داماد ہیں۔ یہ لوگ کسی دوسرے کے ہاتھ پر کیسے بیعت کرنا چاہتے ہیں؟

ابوبکرؓ آئے تو عمرؓ جلدی سے ان کی طرف بڑھے اور فرمایا:

"کیا آپؓ کو علم نہیں کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے

ہیں۔"

حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور ابو عبیدہؓ سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف تیزی سے روانہ ہوئے۔ ابوذرؓ بھی ان کے پیچھے پیچھے گئے۔

حضرت ابوبکرؓ، سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور بعض بنو ہاشم تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے۔ حضرت عباسؓ نے محسوس کیا کہ لوگ خلافت کے بارے میں غور و فکر کر رہے ہیں۔ وہ حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے۔

"اپنا ہاتھ بڑھائیے، میں بیعت کرتا ہوں۔ لوگ کہیں گے کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا نے رسول ﷺ کے چچا زاد کے ہاتھوں پر بیعت کر لی لہٰذا کوئی بھی مخالفت نہیں کرے گا۔"

"چچا! کیا میرے علاوہ بھی کوئی خلافت کا امیدوار ہے؟"

"عنقریب آپؓ کو معلوم ہو جائے گا۔"

اتنے میں دروازے پر زور سے دستک ہوئی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا:

"کون ہے؟"

"ابوذرؓ۔"

"کیا بات ہے؟"

"لوگوں نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔"

"کیسے؟"

ابوذرؓ نے کہا:

"انصار، سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہؓ کی بیعت کے لیے تیار ہوئے تھے کہ ابوبکرؓ، عمرؓ اور ابو عبیدہؓ وہاں پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ انصاریوں میں خطبہ دینے لگے تو انصار بولے: "ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے۔" حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ "اہل عرب نے سوائے قریشیوں کے کسی کو سردار نہیں دیکھا لہٰذا امیر ہم میں سے ہوگا اور وزیر تم میں سے۔" پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

"قسم بخدا اہل عرب اس امر پر راضی نہیں ہوں گے کہ تمہیں اپنا امیر بنائیں۔ جبکہ نبیؐ تم میں سے نہ تھا۔ ہاں عرب کی یہ عادت رہی ہے کہ جس خاندان میں نبی ﷺ ہوتا ہے وہ اس کی اطاعت قبول کر لیتے ہیں لہٰذا کوئی شخص انکار کرے گا تو ہمارے پاس اس کے خلاف دلیل موجود ہو گی۔ بتاؤ ہم میں سے رسول اللہ ﷺ کی سلطنت و امارت کو کون چھین سکتا ہے جبکہ ہم ان کے ولی اور کنبے والے ہیں۔ مگر یہ کہ کوئی شخص باطل پرست، گناہ گار ہو یا یہ کہ ہلاکت میں پڑنے والا ہو۔"

پھر حضرت عمرؓ پکارے: "ابوبکرؓ ہاتھ پھیلاؤ۔" حضرت ابوبکرؓ نے ہاتھ پھیلایا اور حضرت عمرؓ نے یہ کہتے ہوئے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

"اے ابوبکرؓ! کیا رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو حکم نہیں دیا تھا کہ لوگوں کی امامت کرو؟ لہٰذا آپ ہی خلیفۂ رسولؐ ہیں۔ ہم آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں تو ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں جس سے رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ محبت کرتے تھے۔"

ابوعبیدہؓ نے بھی یہ کہتے ہوئے بیعت کی۔

"آپؓ مہاجرین میں سب سے افضل ہیں۔ یار غار ہیں اور نائب رسول ﷺ ہیں تو آپؓ سے کون آگے ہو سکتا ہے؟ یا آپؓ کے سوا کون اس معاملہ کو سنبھال سکتا ہے؟"

ابوذرؓ خاموش سر جھکائے بیٹھے تھے۔ علیؓ بھی سر جھکائے بیٹھے تھے۔ حضرت عباسؓ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"میں نے تمہیں حکم کیا تو تم نے نافرمانی کی۔" پھر یہ شعر پڑھا:

امرتھم امری بمنفرج اللوی فلم یستبینو النصح الاضحی لغد

"میں نے انہیں ریت کے موڑ پر حکم دیا تو وہ میری بات نہ مانے اور نصیحت کو نہ سمجھ سکے مگر اگلے دن کی صبح میں۔"

حضرت علیؓ نے فرمایا: "پھر اب ہم کیا کریں؟"

ابوذرؓ نے کہا: "میں، مقدادؓ، سلمانؓ، عبادۃ بن الصامتؓ، ابوالہیثمؓ، حذیفہؓ اور عمارؓ کو بلاتا ہوں تاکہ ہم سب مل کر کوئی رائے قائم کریں۔"

☆

رات اپنی تاریکیاں پھیلاتی چلی آئی اور ہر چیز ڈھپ گئی۔ حضرت علیؓ کے مددگار مسجد کے برابر کھلے میدان میں جمع ہوئے تو ابوذرؓ نے کہا:

''حضرت علیؓ سب سے زیادہ مستحق خلافت ہیں۔ لہٰذا مہاجرین سے مشورہ کرنا چاہئے اور سقیفہ کی بیعت کو توڑ دینا چاہئے۔''

ایک شخص بولا: ''یہ کیسے ممکن ہے؟''

ابوذرؓ نے کہا: ''جو دلیل انہوں نے انصار کے مقابلہ میں استعمال کی، وہی دلیل ہم دیں گے کہ علیؓ رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ قریب ہیں۔''

گفتگو ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ یہ طے پایا کہ مہاجرین سے مشورہ کر لیا جائے۔

اگلے دن سورج طلوع ہوا تو ابوذرؓ اپنے گھر سے نکلے اور حضرت فاطمہؓ کے گھر کی طرف حضرت علیؓ سے ملنے کے لیے روانہ ہوئے۔ وہاں زبیر بن العوام، عمار، مقداد اور سلمان جمع تھے۔ آپؓ ان کے پاس بیٹھ گئے۔ خالد بن سعیدؓ بڑھے اور انہوں نے حضرت علیؓ سے عرض کی:

''قسم بخدا رسول اللہ ﷺ کے مقام پر بیٹھنے کے لائق آپؓ کے سوا کوئی نہیں ہے۔''

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ حضرت فاطمہؓ کے گھر میں جمع ہوئے ہیں تو حضرت عمرؓ فوراً ایک جماعت لے کر حضرت فاطمہؓ کے گھر کی طرف گئے اور حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں سے مطالبہ کیا کہ باہر نکل کر بیعت کریں جس طرح دوسرے لوگوں نے بیعت کی ہے۔ انہوں نے جواباً انکار کیا تو ابوسفیان یہ کہتا ہوا آیا:

''قسم بخدا میں ایک غبار اُڑتا ہوا دیکھتا ہوں جسے خون ہی فرو کر سکتا ہے۔ اے عبد مناف! ابوبکرؓ کو تم پر امیر بننے کا کیا حق ہے؟ وہ دونوں ضعیف (علیؓ و عباسؓ) کہاں ہیں؟''

پھر وہ حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا:

''اپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپؓ کی بیعت کرتا ہوں۔ قسم بخدا اگر میں چاہتا تو ابوفضیل (ابوبکرؓ) پر بے شمار شہسوار اور پیادے جمع کر دیتا۔''

حضرت علیؓ نے اس کی بات نہ مانی اور یہ شعر پڑھے:

ولا یقیم علی ضیم یراد به الا الاذلان عیر الحی و الوتد
هذا علی الخسف مربوط برمته واذا یشجّ فلا یرثی له احد

''کوئی بھی ظلم پر باقی نہیں رہتا مگر دو ذلیل ایک قبیلہ کا گدھا اور
دوسرے کھونٹا اسے تو ذلت کی بناء پر رسی سے باندھ دیا جاتا ہے اور
اس کا سر زخمی کیا جاتا ہے اور پیٹا جاتا ہے تو کوئی بھی رحم نہیں کرتا۔''

ابوذرؓ نے بڑی غضب ناک نگاہوں سے ابوسفیان کی طرف دیکھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ابوسفیان نے یہ بات علیؓ کی محبت کی بنا پر نہیں کہی ہے بلکہ مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کے لیے کہی ہے۔ اس نے فرصت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ علیؓ کے ہونٹ متحرک ہوئے تو ابوذرؓ نے کہتے ہوئے سنا۔

''کبھی بھی اس کے دل پر ایمان وسلامتی نہیں اتری۔ تو نے اسلام اور مسلمانوں کو اپنے شہسواروں اور پیادوں سے کیا نقصان پہنچا لیا؟''

سیدنا علیؓ دیر تک سوچتے رہے، وقت گزرتا گیا حتیٰ کہ مؤذن نے اذان دی۔

''اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر ...... اشهد ان لا اله الا اللّٰہ، اشهد ان لا اله الا اللّٰہ،
اشهد ان محمد الرسول اللّٰہ، اشهد ان محمد الرسول اللّٰہ''

علیؓ نے اپنا سر اٹھایا اور سیدہ فاطمہؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

''کیا تو یہ پسند کرتی ہے کہ یہ آواز ہی دنیا سے مٹ جائے؟''

''نہیں۔''

''تب تو مجھے ابوبکرؓ کی بیعت کر لینی چاہیے۔''

علیؓ، عباسؓ، زبیرؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، عمارؓ اور حذیفہؓ نکلے اور جہاں ابوبکرؓ بیٹھے تھے وہاں پہنچے۔ زبیرؓ آگے بڑھے تو ابوبکرؓ نے کہا:

''رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کے لڑکے! تو نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا چاہا۔''

''اے خلیفۂ رسول ﷺ! کوئی بات نہیں۔''

حضرت ابوبکرؓ نے ہاتھ دراز کیا تو زبیرؓ نے بیعت کر لی۔ پھر حضرت علیؓ داخل

ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے اور ان کے داماد! آپؓ مسلمانوں میں تفرقہ اندازی چاہتے تھے۔''

''اے خلیفۂ رسول ﷺ! کوئی بات نہیں۔''

آپؓ کھڑے ہوئے اور بیعت کی۔

حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوئے، لوگوں کو زہد کی تعلیم دینے لگے اور آخرت کی طرف دعوت دینے لگے تو ابوذرؓ نے اپنے کان کھڑے کیے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کو بڑی عجیب عجیب باتیں کہتے سنا۔

''اللہ اسی چیز کو قبول کرتا ہے جو اسی کے لیے کی گئی ہو۔ لہٰذا اپنے اعمال سے اللہ کی ذات کا ارادہ کرلو کیونکہ تمہارا یہ خلوص ضرورت کے وقت کام آئے گا۔ اے خدا کے بندو! جو لوگ مر گئے ہیں ان سے عبرت حاصل کرو، غور کرو ان لوگوں کے بارے میں جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں کہ کل کہاں تھے اور آج کہاں؟ وہ جبار لوگ کہاں گئے جو لڑائیوں میں ہمیشہ غالب رہتے تھے؟ زمانے نے انہیں ہلاک کر دیا اور وہ چونا ہو گئے۔ وہ بادشاہ کہاں گئے جنہوں نے زمین کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا اور اسے آباد کیا؟ وہ بڑی دور چلے گئے۔ ان کی یاد بھی بھلا دی گئی اور وہ ناچیز ہو گئے۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے کاموں کے انجام ڈال دیئے۔ ان کی شہوتیں منقطع کر دیں۔ وہ چلے گئے۔ ان کے اعمال ان کے گلے منڈھ دیئے گئے اور دنیا غیروں کو مل گئی۔ ہم ان کے نائب بنا دیئے گئے لہٰذا اگر ہم عبرت حاصل کریں گے تو نجات پا جائیں گے اور اگر انہی کی طرح چلے تو ہم ان ہی کی طرح ہو جائیں گے۔ حسین چہروں والے، اپنے شباب پر غرور کرنے والے کہاں چلے گئے؟ سب مٹی ہو گئے اور جو کچھ انہوں نے زیادتیاں کیں وہ ان کے لیے حسرت بن گئیں۔ وہ کہاں گئے جنہوں نے شہر آباد کیے، شہر پناہیں بنائیں اور عجائبات سے انہیں مالا مال کیا؟ وہ سب کچھ بعد والوں کے لیے چھوڑ گئے۔ یہ دیکھو ان کے گھر خالی پڑے ہیں اور وہ قبر کی تاریکیوں میں ہیں۔ کیا تم ان کا کچھ اثر دیکھتے ہو یا آواز سنتے ہو؟ وہ تمہارے باپ دادے اور بھائی کہاں گئے؟

ان کی عمریں ختم ہو گئیں۔ جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ ان کے سامنے آ گیا اور مرے پیچھے بدبختی یا سعادت سے بغل گیر ہو گئے۔ سنو، اللہ کا کوئی شریک نہیں، اللہ کے سوا کوئی بھی خیر و شر نہیں پہنچا سکتا۔ مگر یہ کہ اس کی مشیت شاملِ حال ہو۔ جان لو کہ تم مجبور بندے ہو، جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ طاقت ہی سے مل سکتا ہے۔ کیا تم لوگوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ تم سے جہنم دور ہو جائے اور جنت قریب آ جائے۔"

زہد پرست، ابوذرؓ نے زاہد خلیفہ کی تقریر سنی تو سینہ کھل گیا اور ان کے کلام نے وہ اثر کیا جو پیاسے کے لیے پانی کرتا ہے۔ ابوبکرؓ منبر سے اترے تو ابوذرؓ جلدی سے بیعت کے لیے بڑھے اور دوسرے لوگ بھی بیعت کے لیے دوڑے۔ بعد ازاں لوگ آپؓ سے بات چیت کرنے لگے۔ آپؓ نے فرمایا:

"بخدا! میں کسی دن بھی خلافت کا حریص نہیں ہوا، نہ میں نے پوشیدہ یا ظاہری طور پر اللہ سے اس کی دعا مانگی۔"

ایک شخص بولا: "یہ شخص اللہ اور رسول ﷺ کو راضی رکھے گا۔"

دوسرا بولا: "اللہ نے ہم میں سے بہتر آدمی کو حاکم بنایا ہے۔"



ابوبکرؓ

حضرت ابوذرؓ سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ آنسو بہاتے جاتے تھے اور رخصت ہو جانے والے نبی ﷺ کے بارے میں سوچتے جاتے تھے۔ وہ دن یاد کرنے لگے جب رسول اللہ ﷺ پٹی باندھے آخری وقت مسجد میں تشریف لائے تھے اور یہ خطبہ دیا تھا:

"اے لوگو! اسامہؓ کے لشکر کو آگے بھیجو اگر چہ وہ تھوڑی عمر والا ہے، لیکن سب سے بہتر ہے۔

ابوذرؓ دل ہی دل میں سوچنے لگے، دیکھو کیا ابوبکرؓ اسامہ کے لشکر کو قبیلہ قضاعہ سے لڑنے کے لیے بھیجتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا آپؓ ان صحابہؓ کی بات مانیں گے جو یہ چاہتے ہیں کہ اسامہؓ کی جگہ کوئی اور سپہ سالار بنایا جائے کیونکہ اسامہؓ کی عمر بہت تھوڑی ہے۔ ابھی وہ بیس سال کے بھی نہیں ہوئے، کیا وہ کوئی اور تجربہ کار سپہ سالار منتخب نہیں کریں گے؟ مگر اسلام میں نو عمری کب بڑے بڑے کاموں کے انجام دینے میں حائل ہوتی ہے؟ کیا رسول اللہ ﷺ حضرت علیؓ کے اسلام لانے پر خوش نہیں ہوئے تھے اور یہ نہیں فرمایا تھا کہ اے اہل قریش یہ میرا خلیفہ ہے، حالانکہ اس وقت ان کی عمر صرف چودہ سال تھی۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا نہیں کی تھی کہ دو عمر میں سے ایک عمرؓ کے ساتھ اللہ اسلام کو عزت بخشے۔ حالانکہ حضرت عمرؓ کی عمر اس وقت چھبیس سال تھی؟ کیا سعد بن ابی وقاصؓ رسول ﷺ اللہ کی مدافعت کے لیے سینہ سپر نہیں ہو گئے تھے کہ کفار سے لڑے اور کوئی ہزار تیر چلائے حالانکہ اس وقت ان کی عمر سترہ سال کی تھی؟ اسلام کا قیام اور اس کی نشوونما نوجوانوں کے کاندھوں پر ہوئی ہے۔

لہٰذا لوگوں نے اسامہؓ کی سپہ سالاری پر کوئی اعتراض نہیں کیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی وفات سے پہلے سپہ سالار منتخب کیا تھا۔ ضرور اسامہ کا لشکر روانہ ہوگا اور خدا نے چاہا تو ابوبکرؓ انہیں ضرور روانہ کریں گے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ

کی وصیت کو جاری نہیں کریں گے۔

ابوذرؓ بے چین ہو گئے۔ پھر غور کرنے لگے۔ انہیں وہ دن یاد آیا جس دن وہ نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے اور آپ ﷺ انہیں نصیحتیں کر رہے تھے اور تعلیم دے رہے تھے۔ پھر آپؓ اٹھے، نکلے اور خلیفہ رسول ﷺ کے پاس پہنچے۔ وہاں بہت سے مسلمان سیدنا ابوبکرؓ کے پاس بیٹھے تھے جو یہ کہہ رہے تھے کہ اسامہؓ کے لشکر کو روانہ نہ کیا جائے۔ وہ یہ دلیل دے رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد حالات پلٹا کھا چکے ہیں۔ پتہ نہیں رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر سن کر قبائل کا کیا حال ہو گا؟ ابوذرؓ خلیفۂ رسول ﷺ کا جواب سننے کے منتظر تھے۔

ابوذرؓ اس بات پر تلے بیٹھے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو انہیں نصیحت کی تھی کہ "سچ کہنا۔ خواہ کڑوا ہی کیوں نہ ہو اور خدا کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔" وہ اس پر ضرور عمل کریں گے بشرطیکہ ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وصیت کو جاری نہ کیا۔ مگر ابوبکرؓ نے وہ حق بات کہہ دی جو ابوذرؓ کے دل میں آئی تھی، انہوں نے کہا:

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جان ہے۔ اگر مجھے یہ یقین بھی ہو کہ مجھے درندے پھاڑ کھائیں تب بھی میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق اسامہؓ کے لشکر کے بھیجنے پر عمل کروں گا اور اگر شہر میں میرے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے تب بھی میں اسے نافذ کروں گا۔"

اس جواب سے ابوذرؓ کا دل ٹھنڈا ہو گیا اور ان کا قلب مطمئن ہو گیا مگر سامنے سے انہوں نے حضرت عمرؓ کو آتے دیکھا۔

ابوذرؓ جانتے تھے کہ ابوبکرؓ کی نگاہوں میں عمرؓ کا کیا رتبہ ہے۔ وہ ڈرے، گو ابوبکرؓ کے بارے میں جو ان کا خیال تھا وہ متزلزل نہیں ہوا تھا۔ پھر بھی وہ انتظار کرنے لگے کہ دیکھو دونوں دوستوں کے درمیان کیا گفتگو ہوتی ہے، حضرت عمرؓ نے کہا۔

"اسامہ کے لشکر کو نہ بھیجئے۔"

تو ابوبکرؓ بولے: "اگر مجھے کتے اور بھیڑیئے بھی کھا جائیں تب بھی رسول اللہ ﷺ

کی وصیت کا نفاذ کر کے رہوں گا۔"

ابوذرؓ خوش خوش باہر نکلے تو دیکھا کہ جن لوگوں نے حضرت عمرؓ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تھا وہ ان سے پوچھ رہے ہیں کہ "کیا ہوا؟" عمرؓ نے کہا: "خلیفۃ المسلمین کسی طرح بھی نہیں مانتے۔" تو لوگوں نے کہا کہ اچھا آپؓ ان سے کہیے کہ کسی اور بوڑھے تجربہ کار کو سپہ سالار بنائیں۔ آپؓ حضرت ابوبکرؓ سے اس بارے میں گفتگو کرنے گئے۔ ابوبکرؓ چیخنے چلانے لگے اور پُر رعب، شدید مزاج عمرؓ کو کہنے لگے: "اے خطاب کے بیٹے! رسول اللہ ﷺ نے اسے سپہ سالار بنایا اور میں اسے معزول کر دوں؟"

عمرؓ، ابوبکرؓ کے پاس سے کانپتے ہوئے نکلے۔ وہ تعجب کر رہے تھے کہ ابوبکرؓ جیسے ٹھنڈے مزاج کے انسان نے اتنی گری کیوں دکھائی؟ اور کیسے اتنا قوی جذبہ پیدا ہوا کہ انہوں نے مجھے بھی گھبرا دیا اور میری عزت کی پرواہ نہ کی۔

عمرؓ بدحواس ہو کر نکلے۔ ابوذرؓ نے ان کے چہرے کی علامات دیکھیں تو سب کچھ سمجھ گئے۔ وہ پہچان گئے کہ خلیفہ رسولؐ اپنے نبی کی وصیت کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں اور اس پر عمل کرنے کے لیے کمر بستہ ہیں۔ کیا ابوبکرؓ، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ان کی مخالفت کر سکتے ہیں؟ جبکہ کبھی بھی زندگی میں ان کی مخالفت نہیں کی۔

لوگ حضرت عمرؓ کی طرف دوڑے کہ کیا کہا؟ عمرؓ چیخے:

"بھاگو، تمہیں تمہاری مائیں روئیں، تمہاری خاطر خلیفہ رسول ﷺ سے مجھے کیسا برا پالا پڑا۔"

ابوذرؓ، خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے لوٹے کہ اللہ نے ابوبکرؓ کو رسولؐ اللہ کا خلیفہ بنایا۔ ابوذرؓ اسامہ کے لشکر کے ساتھ چلنے کی تیاری کرنے لگے۔

نفیری بجی اور مسلمان اسامہؓ کے لشکر میں داخل ہونے کے لیے نکلنے لگے۔ عمرؓ بن الخطاب، ابوذرؓ اور دیگر مسلمان نکلے اور اسامہؓ سپہ سالار لشکر گھوڑے پر سوار نکلے۔ سب نے دیکھا کہ ابوبکرؓ پیادہ پا ساتھ جا رہے ہیں اور پیچھے سے عبدالرحمٰنؓ بن عوف ان کے گھوڑے کو ہنکا رہے ہیں۔ اسامہؓ نے پیادہ پا چلنا چاہا تو ابوبکرؓ نے اشارتاً کہا:

"بیٹھے رہو۔" اسامہؓ نے کہا۔

''اے خلیفۂ رسولؐ! خدا کی قسم بخدا یا آپؓ سوار ہو جائیے ورنہ میں اتر پڑوں گا۔''

''تجھے خدا کی قسم اترنا نہیں۔ بخدا میں سوار نہیں ہوں گا۔ کیا ایک گھڑی بھر کے لیے بھی میرے قدم راہِ خدا میں غبار آلود نہ ہوں۔ کیونکہ غازی کے لیے ہر قدم کے بدلے سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ سات سو درجے بلند ہوتے ہیں اور سات سو خطائیں بخش دی جاتی ہیں۔''

ابوذرؓ جان گئے کہ ابوبکرؓ نے ایسا لشکریوں کی تعلیم کے لیے کیا ہے کہ وہ اسامہؓ کی ایسی ہی تعظیم کریں۔ پھر کس کی جرأت ہو سکتی ہے کہ اسامہؓ کے لشکر کی سرتابی کر سکے یا ان کی مخالفت کر سکے۔

ابوبکرؓ نے اسامہؓ سے کہا۔ ''اے اسامہؓ! جو کچھ نبی ﷺ نے حکم دیا تھا اسی طرح کرنا۔ پہلے بنو قضاعہ کی طرف جانا پھر ابل کی طرف، رسول اللہ ﷺ کے کسی حکم میں کوتاہی نہ کرنا۔''

''بسر و چشم۔''

پھر ابوبکرؓ نے اسامہؓ سے کہا: ''اگر آپ میری امداد کے لیے عمرؓ کو چھوڑ سکتے ہیں تو میرے ہی پاس چھوڑ دیجیے۔''

یا اللہ، ابوبکرؓ، خلیفہ رسول ﷺ، حاکم مطلق، عمرؓ کے نہ جانے کا حکم نہیں دیتا بلکہ سپہ سالارِ لشکر سے اجازت طلب کرتا ہے کہ آپؓ مناسب سمجھیں تو میری امداد کے لیے انہیں چھوڑ دیں۔ یہ کہنا اچھا سبق تھا جو خلیفہ رسول ﷺ نے ان صحابہ کو دیا جو اسامہؓ کے لشکر میں تھے۔ اب کیا کوئی اسامہؓ کی نافرمانی کی جرأت کر سکتا ہے یا انہیں ہلکا سمجھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

اسامہؓ نے عمرؓ بن الخطاب کو اشارہ کیا کہ صف سے باہر ہو جائیں۔ چنانچہ آپؓ مجاہدین کی صفوں سے نکل آئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اسامہؓ کے لشکر کو روانگی کے لیے اشارہ کیا اور کہا: ''اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ۔''

''اسامہؓ کا لشکر شمال کی جانب روانہ ہوا تاکہ اپنے باپ زیدؓ بن حارثہ، جعفرؓ اور ابن رواحہؓ کا بدلہ لے۔ یہ لشکر جس قبیلے سے بھی گزرتا وہ اسے دیکھ کر مرعوب ہو جاتا۔ جب لوگ اسامہؓ کے لشکر کو دیکھتے، کہتے:

"اتنا بڑا لشکر تو اسی قوم سے نکل سکتا ہے جسے اپنی حفاظت پر پورا اعتماد ہو۔"

لشکر چلتا رہا حتیٰ کہ قضاعہ کے قبیلے میں پہنچ گیا اور انہیں رام کر لیا۔ کوئی ستر دن وہاں قیام رہا۔ اسامہؓ کے بارے میں جیسا کہ رسول اللہ نے خیال کیا تھا صحیح نکلا یعنی حملہ کامیاب رہا۔ اسامہؓ نے مال غنیمت جمع کیا اور فاتح کی حیثیت سے مدینہ کی طرف رجعت کی۔ درآں حالیکہ ایک بھی لشکری مسلمانوں میں سے نہیں مارا گیا تھا۔

جب لشکر مدینہ کی طرف لوٹا تو دیکھا کہ ناکوں پر پاسبان کھڑے ہیں اور اردگرد لشکر جمع ہے۔ آنے والے مسلمانوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بہت سے بدو مرتد ہو گئے ہیں۔ زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے ہیں اور مدینہ پر لشکر کشی کرنا چاہتے ہیں بلکہ اسامہؓ کے لشکر کی روانگی کے بعد انہوں نے مدینہ پر ہلہ بول دیا۔ حضرت ابوبکرؓ ان سے جنگ کرنے کے لیے نکلے اور علیؓ ابن ابی طالب، زبیرؓ بن العوام، طلحہؓ بن عبداللہ، سعدؓ بن ابی وقاص، عبداللہؓ بن مسعود اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو مدینہ کا نگہبان مقرر کیا۔ اسامہؓ کا لشکر بھی مسلمانوں کے ساتھ مل گیا اور مدینہ کی حفاظت کے لیے روانہ ہو گیا۔ کچھ لوگ مرتدوں سے لڑنے کے لیے گئے، ان سے جنگ کی، فتح پائی اور انہیں اسلام کی طرف لوٹنے اور زکوٰۃ دینے پر مجبور کیا۔

ابوذرؓ، حضرت ابوبکرؓ کے پورے زمانۂ خلافت میں مجاہدین کے ساتھ رہے۔ وہ شہروں کو فتح کرنے اور اسلامی سلطنت کو قائم کرنے کے لیے جہاد کرتے رہے اور اپنے زہد وتقشف پر قائم رہے۔

ابوبکرؓ سے وہ کسی بھی بات پر ناراض نہیں ہوئے، اس لیے کہ حکومت اسلامیہ میں سب سے پہلے زاہد ابوبکرؓ تھے۔ آپؓ نبی کریم ﷺ کی راہ پر قائم رہے۔ ان کی پوری خلافت اسلام کا بول بالا کرنے کے لیے جہاد میں گزر گئی۔ لہٰذا صحابہؓ کی تبدیلی، ترک زہد اور دنیا کی طرف متوجہ ہونے کے مواقع میسر نہیں آئے۔ اس دور میں ابوذرؓ، زہد و ترک دنیا میں کوئی امتیازی شان نہیں رکھتے تھے مگر جب حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو حالات بدل گئے۔ کیونکہ نبی ﷺ اور ابوبکرؓ کا زمانہ سراپا زہد کا دور تھا اور مدینہ میں دولت کی اس قدر بہتات بھی نہیں ہوئی تھی جتنی کہ عمرؓ و عثمانؓ کے زمانہ میں ہوئی۔

☆☆☆

قفل فتنہ

ابوبکرؓ مرض وفات میں مبتلا ہو گئے۔ وفات سے پہلے انہوں نے حضرت عمرؓ کو ولی عہد بنایا، ابوذرؓ کو جو ان کے انتقال کی خبر پہنچی تو بہت غمگین ہوئے۔ آپؓ کے گھر کی طرف چلے تو دیکھا کہ حضرت علیؓ آپؓ کے دروازے پر کھڑے ہوئے نہایت فصیح و بلیغ مرثیہ پڑھ رہے ہیں جس میں حضرت ابوبکرؓ کی بہت تعریف اور توصیف ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا:

ابوبکرؓ، خدا آپؓ پر رحم فرمائے، بخدا آپؓ سب سے پہلے اسلام لائے، سب سے ایمان دار، مخلص تکالیف برداشت کرنے والے، رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرنے والے، اسلام پر جان دینے والے، مسلمانوں پر مہربان اور رسول اللہ ﷺ سے خَلق و خُلق اور ہدایت و عادات میں مشابہ تھے اللہ آپؓ کو اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بہتر اجر دے۔ آپؓ نے ایسے وقت رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی جبکہ تمام لوگ آپ ﷺ کو جھٹلا رہے تھے۔ ایسے وقت آپ ﷺ کی غم خواری کی جبکہ لوگ بخل کر رہے تھے۔ ایسے وقت ان کے ساتھ کھڑے ہوئے جبکہ تمام لوگ بیٹھے تھے۔ اللہ نے اپنی کتاب میں آپؓ کو صدیق کہا:

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (الزمر۔33)

"اور جو سچائی لایا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہ لوگ ہیں پرہیزگار۔"

آپؓ محمد ﷺ کو چاہتے تھے اور محمد ﷺ آپؓ کو۔ آپؓ مسلمانوں کے لیے قلعہ تھے اور کافروں کے لیے عذاب، نہ آپؓ کا ایمان کمزور ہوا اور نہ بصیرت نہ آپؓ کبھی بزدل ثابت ہوئے، آپؓ اس پہاڑ کی مانند تھے جسے آندھیاں اور بگولے نہیں ہلا سکتے جیسا

کہ خود رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کے بارے میں فرمایا کہ گو بدن میں کمزور ہیں لیکن اللہ کی راہ میں قوی ہیں۔ اپنے نفس کے اعتبار سے کمزور ہیں لیکن اللہ کے ہاں بڑے ہیں۔ زمین پر بھی بڑے اور مسلمانوں کے دلوں میں بھی عظمت والے۔ کوئی شخص آپؓ میں لالچ نہیں کا عیب نہیں پا سکتا تھا اور کوئی آپؓ میں سستی نہیں پاتا تھا۔ قوی آپؓ کے نزدیک ضعیف تھا حتیٰ کہ آپؓ اس سے حق لے لیتے تھے۔ اللہ ہمیں آپؓ کے اجر سے محروم نہ کرے اور آپؓ کے بعد ہمیں گمراہ نہ کرے۔

حضرت ابوذرؓ، ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے چند دن بعد تک مدینہ میں رہے پھر اپنی بیوی اور بچی کو شام کی طرف لے گئے۔

ایک دن حضرت ابوذرؓ مسجد میں بیٹھے تھے، لوگ اردگرد جمع تھے، بات چل نکلی ایک شخص بولا:

''اے ابوذرؓ! تم کوئی جاگیر کیوں نہیں لے لیتے جیسے ابوہریرہؓ نے لے لی ہے کہ وہ بحرین پر بھی گورنر ہو گئے؟''

ابوذرؓ نے کہا: ''میں گورنر بن کر کیا کروں گا، مجھے ہر دن ایک گلاس دودھ یا پانی اور ہر ہفتہ چند سیر گیہوں کافی ہیں۔''

دوسرا شخص بولا: ''کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ امیر المومنین عمرؓ نے ابوہریرہؓ کے ساتھ کیا کیا؟''

انہوں نے کہا: ''نہیں''

اس شخص نے کہا: ''حضرت عمرؓ نے ابوہریرہؓ کی دولت کا حساب لگایا اور ان سے کہا میں نے تجھے بحرین کا گورنر بنایا تھا تو تیرے پاس جوتے تک نہ تھے اور اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے ایک ہزار چھ سو دینار میں گھوڑے خریدے ہیں۔ ابوہریرہؓ بولے: ''میری گھوڑیوں نے بچے دیے اور مجھے پے در پے عطیات ملے۔'' حضرت عمرؓ نے کہا: ''میں نے تیرے روزینے اور اخراجات کا حساب لگا لیا ہے، یہ سب مال زیادہ ہے اسے دے دو۔'' ابوہریرہؓ بولے۔ ''یہ مال آپؓ کا تو نہیں ہے۔''

عمرؓ نے کہا: ''کیوں نہیں بخدا تیری کمر توڑ دوں گا۔''

پھر دُرّہ لے کر اٹھے اور اتنا مارا کہ لہولہان ہو گئے پھر ان سے کہا:
"لا۔" ابوہریرہؓ بولے: "خدا واسطے چھوڑ دیجئے۔" عمرؓ نے کہا: "یہ تو جب ہو سکتا تھا کہ تو حلال طریقہ سے مال حاصل کرتا اور فرماں برداری کے ساتھ پیش کر دیتا، کیا بحرین والے تجھے ٹیکس دیتے ہیں اللہ اور مسلمانوں کو نہیں دیتے؟"
ابوذرؓ بولے: "عمر نے ٹھیک کیا اللہ اور رسول ﷺ کی مرضی کے مطابق کیا، حاکم کو چاہیے کہ رعیت کی بہتری کا خیال رکھے نہ کہ اپنی۔"
باتیں ہو رہی تھیں کہ حبیبہ بن مسلم حاکم شام کا آدمی ابوذرؓ کو پوچھتا ہوا مسجد میں پہنچا اور کہا:
"میرے آقا نے تین سو دینار آپؓ کی ضروریات کے لیے بھیجے ہیں......"
ابوذرؓ نے کہا: "واپس لے جا اسے۔ میرے سوا کوئی اور نہیں ملا؟ ہمارے لیے سر چھپانے کو سایہ، بکریوں کا گلہ اور ایک باندی کافی ہے۔"
ابوذرؓ نے عطیہ لے لیا اور عبداللہ بن الصامت اور ایک لونڈی کے ساتھ بازار گئے لونڈی ابوذرؓ کے لیے سامان خریدنے لگی حتیٰ کہ صرف چند پیسے باقی بچ گئے، سو وہ آپؓ کو دے دیے۔ ابوذرؓ نے وہ بھی خرچ کر ڈالے تو عبداللہ بن الصامت بولے:
"کاش آپؓ ان پیسوں کو گھریلو ضروریات یا مہمان کے لیے رکھ لیتے۔"
"میرے دوست نے مجھ سے کہا کہ ہر سونا اور چاندی جس پر بھروسہ کیا گیا وہ اپنے مالک کے لیے آگ ہے جب تک کہ وہ راہ خدا میں اسے صرف نہ کرے۔"
عمرؓ رعیت کے حالات کے ملاحظہ کے لیے شام کی طرف روانہ ہوئے تاکہ ضرورت مندوں اور شکایت والوں کی شکایات سنیں اور یہ دیکھیں کہ گورنر لوگوں کی خدمت کر رہے ہیں کیونکہ عمرؓ نے گورنروں کو اس لیے نہیں بھیجا کہ وہ لوگوں کی کھال کھینچیں اور ان کے مال لیں بلکہ اس لیے بھیجا ہے تاکہ انہیں تعلیم دیں اور ان کی خدمت کریں۔
عمرؓ شام پہنچے تو وہاں کے لوگ بہت خوش ہوئے اور فرمانبرداروں کی طرح ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، عمرؓ نے ابوذرؓ کو دیکھا تو ہاتھ پکڑ لیا اور زور سے دبایا۔
ابوذرؓ نے کہا: "اے قفل فتنہ! میرا ہاتھ چھوڑ۔"

عمرؓ نے کہا: ''ابوذرؓ! قفل فتنہ کیا ہوتا ہے؟''

ابوذرؓ بولے: ''ایک دن تم نبی ﷺ کی خدمت میں آئے تھے جگہ نہ پائی تو سب سے پیچھے بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک یہ شخص تم میں ہے تمہیں کوئی فتنہ نہیں پہنچ سکے گا۔ یہ کہہ کر آپؓ کی طرف اشارہ کیا۔''

حضرت ابوذرؓ حضرت عمرؓ کی خدمت میں رہتے۔ ایک دن دیکھا کہ عمرؓ سرنگوں ہیں، پوچھا:

''کیا بات ہے۔''

''میں نے بشر کو ہوازن کے صدقات پر لگانا چاہا تو بشر نہ آیا، ایک دن ملاقات ہو گئی، میں نے اس سے کہا تو کیوں نہیں آیا کیا ہمارا فرمانبردار نہیں ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا ہے کہ جو کوئی مسلمانوں کے کسی کام کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا وہ روز قیامت جہنم کے پل پر کھڑا کیا جائے گا، اگر اچھا ہو گا تو نجات پا جائے گا اور اگر برا ہو گا تو وہ پل پھٹ پڑے گا اور وہ ستر سال تک وہاں پڑا رہے گا۔''

ابوذرؓ نے کہا: ''کیا یہ بات آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی تھی؟''

فرمایا: ''نہیں''

ابوذرؓ نے کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا جو کوئی کسی شخص کا والی بنایا جائے گا تو قیامت کے دن اسے جہنم کے پل پر کھڑا کیا جائے گا۔ اگر نیک ہو گا تو نجات پا جائے گا اور برا ہو گا تو پل پھٹ کر گر جائے گا لہٰذا وہ ستر سال تک اس میں گرتا چلا جائے گا درآں حالیکہ جہنم تاریک ہو گی، اب بتا ان میں سے کون سی حدیث تیرے دل کو زیادہ دردمند بناتی ہے۔

عمرؓ بولے: ''دونوں مگر یہ بتا کہ خلافت کو اتنی ذمہ داریوں کے ساتھ کون قبول کرے گا؟''

ابوذرؓ نے جواب دیا: ''خدا جس شخص کی ناک کاٹ دے گا اور اس کے رخساروں کو زمین سے لگا دے گا۔ ہم آپؓ میں بہتری ہی دیکھتے ہیں ہو سکتا ہے کہ آپؓ جسے اپنا

قائم مقام بنائیں وہ اپنی ذمہ داریاں پوری طرح ادا نہ کر سکے لہٰذا پھر بھی آپؓ ہی پر گناہ رہے گا۔"

حضرت عمرؓ شام میں چکر لگاتے رہے وہ گورنروں، حاکموں اور فقیروں کی دیکھ بھال کرتے تھے، ایک جگہ خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

میں تم پر حاکم بنایا گیا تو میں نے اپنے فرائض پوری طرح ادا کئے، ہم انصاف کریں گے، ہمارے لشکر تمہارے لشکر ہیں۔ ہم نے تمہیں وسعت عطا کی ہے اور تمہارے عطیات میں اضافہ کیا ہے۔ تم میں سے اگر کوئی ایسی بات جانتا ہے جو قابل عمل ہو تو ہمیں بتا دے، ہم اس پر عمل کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ!

لوگوں نے حضرت عمرؓ سے مطالبہ کیا کہ بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیں کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کبھی کسی کے لیے اذان نہیں دی اور ان کی آواز سننے کا سخت اشتیاق ہے، عمرؓ بلال کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

"بلالؓ! اذان دے۔"

بلالؓ کھڑے ہوئے اور اپنی قوی شوق آگیں آواز سے اذان دینی شروع کی جو کہ اکثر زمانہ زمانۂ رسالت میں مدینہ کی گلیوں میں گونجتی تھی۔

حضرت ابوذرؓ نے گردن جھکالی، ان کے خیالات انہیں مدینہ لے گئے، لہٰذا آپؓ نے اپنی چشمِ تصور سے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اصحاب اردگرد ہیں تو یاد نے گھیر لیا اور آنسو بہنے لگے۔ حضرت عمرؓ بھی نبی حبیب ﷺ کا نام سن کر رونے لگے حتیٰ کہ ان کی داڑھی تر ہوگئی۔

☆☆☆

محدث ابوذرؓ

غریب فقیر لوگ ابوذرؓ کے زہد کی بنا پر ان کے معتقد ہو گئے، ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے اور آنے جانے لگے۔ ان سے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ کی باتیں سنتے، ابوذرؓ اول درجے کے محدث تھے، بڑی فصیح و بلیغ عربی بولتے تھے، وہ متقی مسلمان کا نمونہ تھے، لہٰذا تمام لوگوں کی توجہ کے مرکز بن گئے۔ ایک دن مسجد میں بیٹھے تھے، لوگ اردگرد جمع تھے، آپؓ حسب عادت احادیث نبویؐ بیان کر رہے تھے کہ ایک شخص بولا:

''کاش میں نبی ﷺ کو دیکھتا۔''

ابوذرؓ نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میری امت میں سب سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد آئیں گے اور کہیں گے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے چاہے ان کی اولاد اور مال چھن جائے۔''

ابوذرؓ نے سلسلہ حدیث جاری رکھا، معراج کی بات چھڑ گئی تو ایک شخص نے دریافت کیا: ''رسول ﷺ اللہ کو کیسے پہنچایا گیا؟''

ابوذرؓ نے کہا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''میں مکہ میں تھا کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور جبریل علیہ السلام اترے انہوں نے میرا سینہ چاک کیا آب زم زم سے دھویا پھر ایک طلائی طشت لائے جو حکمت وایمان سے بھرپور تھا، اسے میرے سینہ میں انڈیل دیا گیا پھر میرے سینہ کو بند کر دیا پھر میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان دنیا کی طرف لے گئے۔ جب میں آسمان دنیا پر پہنچا تو جبریل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا: ''کھول۔'' اس نے پوچھا۔ ''یہ کون ہے؟'' جبریل علیہ السلام نے کہا: ''میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں۔'' اس نے پوچھا: ''کیا ان کے پاس پیغام بھیجا گیا ہے؟'' جبریل علیہ السلام نے کہا: ''ہاں!'' جب دروازہ کھول دیا گیا تو ہم آسمان سے دنیا کی طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اس کے داہنی جانب کچھ گروہ بیٹھے ہیں اور بائیں جانب بھی کچھ گروہ بیٹھے ہیں جب وہ داہنی طرف دیکھتا ہے تو ہنستا ہے اور بائیں

طرف دیکھتا ہے تو روتا ہے۔ وہ شخص بولا: ''آؤ نیک نبی اور صالح فرزند۔'' میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا۔ ''یہ کون ہے؟'' اس نے کہا۔ ''آدم علیہ السلام اور یہ جو ان کے دائیں بائیں ہیں یہ ان کی اولاد ہے۔ داہنی طرف جنتی ہیں اور بائیں طرف دوزخی ہیں۔ داہنی طرف دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔''

ابوذرؓ نے جو نظر اٹھائی تو ایک اجنبی شخص جسے اس سے پیشتر کبھی نہیں دیکھا تھا۔

''تم کون ہو؟

''نافع طائی۔''

''کہاں کے رہنے والے ہو؟''

''عراق۔''

''کیا عبداللہ بن عامر کو جانتے ہو؟''

''ہاں۔''

''وہ میرے ساتھ رہتا تھا اور پڑھا کرتا تھا پھر وہ امارت اور ریاست کا طالب بن گیا، جب تم بصرہ جاؤ تو اس سے ملنا وہ دریافت کرے گا، کیا آپ کو کچھ چاہیے؟ تو کہنا میں ابوذرؓ کا فرستادہ ہوں، اس نے آپ کو سلام کہا ہے اور کہا ہے ہم کھجور کھاتے ہیں اور پانی پیتے ہیں اور اسی طرح زندہ ہیں جیسے تم زندہ ہو۔''

ابوذرؓ کا ایک دوست آیا، بیٹھا اور سلام کیا تو ابوذرؓ نے اس سے کہا:

''تم مدینہ سے کب آئے ہو؟''

''آج۔''

''کیا خبریں ہیں؟''

''حضرت عمرؓ کو پتا چلا کہ ابوسفیان اپنے بیٹے معاویہؓ کے پاس سے آیا ہے، عمرؓ کو خیال گزرا کہ معاویہؓ نے اپنے باپ کو مال دیا ہوگا لہٰذا ابوسفیان کو بلا بھیجا اور کہا: ''ابوسفیان ہمیں کچھ دے۔'' ابوسفیان بولا: ''میرے پاس کیا ہے جو دوں۔'' عمرؓ نے ابوسفیان کی انگوٹھی نکال کر اس کی بیوی ہند کے پاس بھیج دی کہ ابوسفیان نے کہا ہے کہ میں جو شام سے دو صندوقچیاں لایا ہوں ان دونوں کو بھیج دے اور یہ انگشتری بطور

نشانی بھیجی ہے۔ قاصد وہ دونوں صندوقچیاں لے آیا۔ عمرؓ نے انہیں کھولا تو دس ہزار درہم تھے لہٰذا دونوں صندوقچیاں بیت المال میں ڈال دیں:

ابوذرؓ نے کہا ''بخدا مجھے ان صحابہؓ پر تعجب ہے جو دنیا پر کتوں کی طرح گرتے ہیں اور سونے چاندی کو کوئی قیمت دیتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ سے وہ سن چکے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''مجھے دنیا سے کیا غرض، میری اور دنیا کی مثال اس سوار کی مانند ہے جو سخت گرمی کے دن سفر پر جا رہا ہو پھر ایک گھنٹے کے لیے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا پھر اسے چھوڑ چھاڑ وہاں سے روانہ ہوگیا۔

حاضرین میں سے ایک شخص بولا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مال واولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں۔''

ابوذرؓ نے کہا: ''بڑا تعجب تو اس شخص پر ہے جو دارِ بقا کی تصدیق کرتا ہے اور دارِ فنا کے لیے کوشش کرتا ہے۔ ہمیں زینت دنیاوی سے کیا تعلق کیونکہ اللہ فرماتا ہے۔

وَالْبَاقِيَاتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا (الکہف۔۴۶)

''نیک اعمال باقی رہنے والے تیرے پروردگار کے ہاں بہتر ہیں ازروئے ثواب کے اور اچھے ہیں ازروئے امید کے۔''

نافع طائی بصرے پہنچا اور فوراً عبداللہ بن عامر حاکم بصرہ کے پاس پہنچ گیا، عبداللہ نے پوچھا: ''کیوں آئے ہو؟''

نافع نے کہا: ''میں شام میں تھا، ابوذرؓ سے ملا، انہوں نے مجھے آپ کے پاس قاصد بنا کر بھیجا۔''

جونہی عبداللہ بن عامر نے آپؓ کا نام سنا تو اس کا دل خشوع وخضوع سے بھر گیا۔

نافع نے کہا: ''انہوں نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے میں کھجوریں کھاتا ہوں اور پانی پیتا ہوں اور تیری ہی طرح زندہ رہتا ہوں۔''

جب عبداللہ بن عامر نے یہ پیغام سنا تو بہت متاثر ہوا اور گریبان میں منہ ڈال کر زاروقطار رونے لگا حتیٰ کہ دامن تر ہوگیا۔

☆☆☆

سرکش

شام میں اطلاع پہنچی کہ ابولولوۃ جو ایک کوفی غلام تھا اور مدینہ گیا تھا اس نے نماز پڑھتے ہوئے حضرت عمرؓ کو شہید کردیا ہے کہ علیؓ، عثمانؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص، زبیرؓ اور طلحہؓ میں سے کسی کو خلیفہ چن لیا جائے تو ابوذرؓ نے اپنے دل میں کہا:

بخدا سوائے علیؓ کے کون مستحق خلافت ہے لہٰذا ابوذرؓ نے یہ ارادہ کرلیا کہ مدینہ جاکر رہیں تاکہ اپنے دوست کی قربت رہے جس طرح کہ وہ نبی حبیب ﷺ کے ساتھ رہے۔

ابوذرؓ اپنی بیوی اور بچی کے لے کر یثربی قافلہ کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ سارے راستہ وہ سوچتے چلے گئے کہ علیؓ خوب عدل وانصاف کریں گے لہٰذا ان کا دل مطمئن ہوگیا اور وہ خوش ہوگئے۔ راستے میں ایک دوسرا قافلہ یثرب سے آتے ملا تو معلوم ہوا کہ عثمانؓ بن عفان خلیفہ چن لیے گئے۔ ابوذرؓ نے سر جھکا لیا۔ رنجیدہ ہوگئے اور بڑبڑانے لگے۔ ''عثمانؓ بلاشبہ ایک نیک مرد ہے مگر ان میں وہ طاقت، عزم اور احتیاط نہیں جو عمرؓ میں تھی۔ مگر کیا وہ اس خلا کو پُر کرسکتے ہیں جو عمرؓ نے چھوڑا ہے۔''

قافلہ چلتے چلتے یثرب پہنچ گیا، ابوذرؓ حضرت علیؓ کے پاس گئے، سلام کیا اور بیٹھ گئے دوران گفتگو میں معلوم ہوا کہ عثمانؓ کیوں منتخب ہوئے اور حضرت علیؓ نے کیوں اپنے حقوق کی طلب میں سستی کی، ابوذرؓ حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔

''یہی مشیت الٰہی تھی، اس کی مرضی کو کون ٹال سکتا ہے۔''

ابوذرؓ مدینہ میں رہے۔ انہوں نے دیکھا کہ عثمانؓ بنوامیہ کی طرف مائل ہیں اور حکومت اسلامیہ میں ان کا نفوذ بہت زیادہ بڑھ گیا ہے اور سلطنت کی سی شان پیدا ہوگئی

ہے، لوگ شان و شوکت وعیش پرستی میں مبتلا ہو گئے ہیں اور دنیا پر گرنے لگے ہیں۔ انہوں نے بیشتر صحابہ کو دیکھا کہ ان کا رنگ ہی بدل گیا ہے۔ زبیرؓ، طلحہؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے جاگیریں اور گھر خرید لیے ہیں اور سعدؓ بن ابی وقاص نے اپنے محل میں عقیق جڑوائے ہیں اور اسے خوب اونچا بنایا ہے، صحن کو وسیع کیا ہے اور اس کے اوپر کنگرے بنائے ہیں لہٰذا ابوذرؓ کھڑے ہوئے، وہ کسی امیر یا خلیفہ سے ڈرنے والے نہیں تھے، وہ لوگوں کو زہد کی طرف دعوت دینے لگے اور حضرت عثمانؓ پر حملے کرنے لگے۔

ایک دن انہیں معلوم ہوا کہ عثمانؓ نے مروان بن الحکم کو افریقہ کے خراج سے پانچواں حصہ دیا ہے، حرث بن ابی العاص کو تین لاکھ درہم دیے ہیں جبکہ زید بن ثابت کو ایک لاکھ درہم، آپؓ مسجد میں بیٹھ کر یہ آیت تلاوت کرنے لگے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَايُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (التوبہ۔ 34)

”جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے انہیں تکلیف دہ عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے؟“

مروان کو معلوم ہوا کہ ابوذرؓ اس پر اور عثمانؓ پر حملے کرتا ہے تو اس نے حضرت عثمانؓ سے شکایت کی۔ آپؓ نے اپنے غلام نائل کو بلایا اور کہا۔

”ابوذرؓ کو بلا لا۔“

ابوذرؓ آئے۔ عثمان نے دیکھتے ہی کہا:

”ابوذرؓ جو کچھ میں سن رہا ہوں اس سے باز آجا۔“

”امیر المومنین! میرے بارے میں آپؓ نے کیا سنا ہے؟“

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو لوگوں کو میرے خلاف بھڑکاتا ہے۔“

”کیسے؟“

”تو مسجد میں بیٹھ کر یہی آیت پڑھتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (التوبہ۔ 34)

جو لوگ جمع کرتے ہیں سونے چاندی کو۔“

"کیا امیر المومنین مجھے کتاب اللہ پڑھنے سے روکتے ہیں اور ان لوگوں کو عیب لگانے سے روکتے ہیں جنہوں نے حکم خداوندی کو چھوڑ دیا ہے؟ قسم بخدا میں عثمانؓ کی خاطر اللہ کو ناراض نہیں کرسکتا۔"

عثمانؓ غنی کے چہرے پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے مگر ان کی سمجھ میں نہ آیا کس طرح تردید کریں لہٰذا خاموش ہوگئے اور دیر تک خاموش رہے تو ابوذرؓ وہاں سے چلے آئے درآں حالیکہ ان کا پختہ ارادہ تھا کہ اب وہ پہلے سے زیادہ حکم الٰہی کے خلاف چلنے والوں پر تنقید کریں گے۔

ابوذرؓ اور علیؓ کی اکثر ملاقات ہوتی رہی۔ حضرت ابوذرؓ، حضرت عثمانؓ پر بہت زیادہ حملے کرنے لگے۔ اس سے حضرت عثمانؓ کو غصہ آیا اور فرصت کے متلاشی رہے کہ ابوذرؓ کو کسی طرح جلاوطن کردیں۔ ایک دن آپؓ کو موقع مل گیا اس فرصت کو آپؓ نے غنیمت سمجھا اور ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ایک دن حضرت ابوذرؓ، حضرت عثمانؓ کے پاس آئے۔ کعب الاحبارؓ بیٹھے تھے، یہ یہودی تھے پھر مسلمان ہوگئے تھے۔ ابوذرؓ نے دونوں کو سلام کیا اور بیٹھ گئے باتیں ہوتی رہیں، حضرت عثمانؓ نے کعبؓ سے دریافت کیا۔

"کیا امام کے لیے یہ جائز ہے کہ بیت المال سے روپیہ قرض لے لے اور جب مال دار ہوجائے تو ادا کرے؟"

ابوذرؓ بولے: "ہرگز نہیں۔"

کعب الاحبارؓ نے کہا: "کوئی حرج نہیں۔"

ابوذرؓ کعبؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔

"یہودیوں کے بچے! تو ہمیں ہمارے دین کی تعلیم دیتا ہے۔"

کعبؓ نے حضرت عثمانؓ کی طرف دیکھا اور عثمانؓ نے ابوذرؓ سے کہا۔

"تو مجھے بہت ستانے لگا ہے اور میرے دوستوں کو بھی۔"

دونوں میں جھگڑا ہوگیا اور بات بڑھ گئی اور حضرت عثمانؓ نے بڑے غصہ سے کہا:

"جا شام چلا جا۔"

☆☆☆

اشتراکی

ابوذرؓ شام پہنچے۔ معاویہؓ ان دنوں اپنا قلعہ الخضرا بنا رہے تھے، ہزاروں مزدور کام پر لگے ہوئے تھے، ایک دن معاویہؓ بڑے فخر سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ابوذرؓ نے دیکھا اور کہا:

"معاویہؓ! اگر یہ خدا کے مال سے ہے تو خیانت ہے اور اگر تیرے مال سے ہے تو اسراف ہے۔"

معاویہؓ نے منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ ابوذرؓ چلے اور مسجد میں پہنچے، وہاں بیٹھ گئے، کچھ مسلمان ابوذرؓ سے معاویہؓ کی شکایت کرنے لگے۔ کہنے لگے سال بھر ہو گیا ہے کہ عطیات میں سے کچھ بھی نہیں ملا، ابوذرؓ نے سر جھکا لیا اور پھر کھڑے ہوئے لوگ آپؓ کی طرف دیکھنے لگے تو آپؓ نے فرمایا:

"اب تو ایسی بدعتیں جاری ہوگئی ہیں جو نہ قرآن میں ہیں نہ حدیث میں، قسم بخدا، میں دیکھتا ہوں کہ حق مٹتا جاتا ہے اور باطل زندہ ہوتا جاتا ہے۔ سچوں کو جھٹلایا جا رہا ہے۔ اور فاسقوں کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ اے مال دارو! فقیروں کی غم خواری کرو، خوش خبری سنا دو ان کو جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور راہ خدا میں صرف نہیں کرتے کہ ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو آگ سے داغ دیا جائے گا۔ اے مال جمع کرنے والے! تیرے مال میں تین شریک ہیں۔

1۔ تقدیر: جو تیرے برے بھلے مال کے بارے میں تجھ سے مشورہ نہیں لیتی اور اسے ہلاک کر دیتی ہے۔

2۔ وارث: جو اس بات کا منتظر ہے کہ تیری آنکھ بند ہی ہو اور وہ تیرے مال کو لے جائے دراں حالیکہ تیری مذمت بھی کرتا ہے۔

3۔خودتو۔لہٰذا اگر ہو سکے تو تینوں میں تو عاجز نہ بن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران۔ 92)

"تم نیکی کو ہرگز نہیں پا سکتے حتیٰ کہ جس چیز کو پسند کرتے ہو اسے خرچ نہ کردو۔

اے مال جمع کرنے والے کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس سے سب کچھ منقطع ہو جاتا ہے صرف تین چیزیں باقی رہ جاتی ہیں، صدقہ جاریہ، علم نافع اور نیک بچہ جو اس کے لیے دعا کرتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

"میرے پرودگار نے مجھ سے کہا کہ مکہ کے پہاڑوں کو تیرے لیے سونا بنادوں۔تو میں نے کہا پرودگار نہیں، میں تو ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن سیر ہوں، مجھے تو بس یہی چیز پسند ہے تو جس دن بھی بھوکا رہوں تیری طرف گڑگڑاؤں اور تجھ سے دعا مانگوں اور جس دن سیر ہوں تو تیری تعریف کروں۔"

تم لوگوں نے حریر کے پردے اور دیبا کے تکیے بنائے اور ازدی صوف پر لیٹنا تمہیں گوارا نہیں، رسول اللہ ﷺ تو چٹائی پہ سوتے تھے اور تم طرح طرح کے کھانے کھاتے ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ تو جو کی روٹی سے بھی پیٹ نہ بھرتے تھے۔اے مال جمع کرنے والے کیا تجھے معلوم نہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ آسمان سے دو فرشتے نہ اترتے ہوں، ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور دے۔اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ! بخیل کا مال تلف کردے۔"

لوگوں نے ابوذرؓ کا وعظ سنا۔فقرا ان کے گرد جمع ہو گئے اور امیر لوگ ڈرنے لگے۔

جندب بن مسلمہ الفہری نے ابوذرؓ کے پاس لوگوں کا جمگھٹا دیکھا تو کہا یہ تو بڑا بھاری فتنہ ہے وہ معاویہؓ کے پاس گئے اور کہا:

"ابوذرؓ، شامی نظام کو برباد کردے گا۔اگر آپ کو شامیوں کی ضرورت ہے تو اس کا تدارک کرلیجئے۔"

معاویہؓ غور کرنے لگے آیا سختی سے گرفت کریں یا نرمی سے؟ مگر سختی کرنے سے آگ اور بھڑک جائے گی۔کیا عثمانؓ سے شکایت کریں؟ مگر عثمانؓ کیا کہیں گے؟ وہ تو اپنی رعیت کے آدمی کو بھی درست نہ کرسکے؟ بہتر یہ ہے کہ انہیں شام سے نکال دیں

اور کسی جنگ پر بھیج دیں! کیونکہ ابوذرؓ کو راہ خدا میں جنگ کرنے سے بہت رغبت ہے۔ معاویہؓ اس بات سے مطمئن ہو گئے اور ابوذرؓ کو بلا بھیجا۔ ابوذرؓ آئے۔ اس وقت حضرت معاویہؓ کے پاس ابودرداؓ، شدادؓ بن اوس اور عبادہؓ بن صامت بیٹھے تھے۔ آپؓ بھی ان کے پاس جا بیٹھے، معاویہؓ نے کہا:

میں نے خدا بخشے، حضرت عمرؓ کو لکھا تھا کہ مجھے فتح قبرص کی اجازت دی جائے اور یہ کہا تھا کہ حمص کے ایک گاؤں والے قبرص کے کتوں اور ان کی مرغیوں تک کی آوازیں سنتے ہیں، غرض میں نے فتح قبرص کو بہت زیادہ آسان کر کے دکھایا مگر عمرؓ نے خدا بخشے، عمرو بن العاصؓ کو لکھا کہ مجھے سمندر اور اس کے سوار کا حال بتاؤ۔ عمرو بن العاصؓ نے انہیں لکھا کہ وہ ایک بڑی بھاری مخلوق ہے جس پر ایک چھوٹی سی مخلوق سوار ہوتی ہے، بس اوپر آسمان اور نیچے پانی ہوتا ہے اگر پانی ٹھہرا رہتا ہے تو دل پریشان رہتا ہے اور اگر طوفان آ جاتا ہے تو عقلیں اڑ جاتی ہیں، یقین کی قلت اور شک کی کثرت ہوتی ہے۔ اس کا سوار لکڑی کے کیڑے کی طرح ہوتا ہے کہ ذرا جھک جائے تو ڈوب جائے اور اگر نجات پا جائے تو حیران رہ جائے تو حضرت عمرؓ نے لکھا قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا میں کسی مسلمان کو کبھی بھی سمندری سفر پر نہیں جانے دوں گا۔ اب میں نے حضرت عثمانؓ سے اجازت لے لی ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ نیک فرماں بردار لوگوں کو بھیجو۔ اب معاملہ تم لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو کچھ چاہتے ہو کرو۔

ابوذرؓ بولے: "اللہ کی راہ میں ایک دن جہاد کرنا باقی اعمال کے ہزار دنوں سے بہتر ہے ہمیں جہاد کی طرف دعوت دی گئی ہے ہم پر فرض ہے لبیک کہیں۔"

بعض دوسرے صحابہؓ نے بھی تائید کی۔ امیر معاویہؓ نے عبداللہ بن قیس، حلیف بنو فزارہ کو سپہ سالار بنا دیا۔

کشتیاں تیار ہو گئیں، ابوذرؓ اپنی کشتی پر سوار ہوئے، سپہ سالار نے روانگی کا حکم دیا پتواریں چلنے لگیں اور اسلامی لشکر حرکت میں آ گیا۔

اسلامی بیڑا روانہ ہوا۔ صبح ہوتے ہی ہواؤں نے چنگھاڑنا شروع کیا تو موجوں

میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ لوگ پریشان ہو گئے اور زندگی سے مایوس ہو گئے۔ مگر کچھ دیر کے بعد کامل سکون ہو گیا اور لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تو ابوذرؓ نے یہ آیت پڑھنی شروع کر دی۔

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ (بنی اسرائیل۔ 68)

"جب تمہیں سمندر میں ضرر کا سامنا ہوتا ہے تو اس وقت صرف اسی کو پکارتے ہو۔"

اللہ نے نجات دے دی۔ بیڑا قبرص پہنچا اور وہاں فروکش ہو گیا۔ غازیوں اور قبرصیوں میں جنگ ہوئی، تلواریں کھٹکنے لگیں، مسلمان شیروں کی طرح ٹوٹ پڑے، اہل قبرص کے لیے سوائے تسلیم کے کوئی چارہ کار نہ رہا لہٰذا وہ مسلمانوں کو جزیہ دینے پر رضامند ہو گئے۔

قبرص فتح ہو گیا تو ابوذرؓ وہاں سے چلے آئے۔ معاویہؓ کو تنگ کرنے کے لیے شام کا رخ کیا تاکہ امرائے شام کی نرم نرم سیجوں کو کانٹوں سے بھر دیں۔

ابن سبا جو ابن السوداء کے نام سے مشہور تھا، مدینہ سے شام آیا۔ یہ یہودی تھا پھر مسلمان ہو گیا تھا اسے پتا چلا کہ ابوذرؓ شام آ گئے ہیں لہٰذا وہ بھی شام چلا آیا۔ ابن سبا اہل بیعت کی طرف دعوت دیا کرتا تھا اور عثمانؓ اور ان کے گورنروں کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا کرتا تھا۔ ابن سبا کی ابوذرؓ سے ملاقات ہوئی تو وہ معاویہؓ کے خلاف انہیں بھڑکانے لگا۔

"ابوذرؓ دیکھو معاویہؓ کی یہ بات کتنی تعجب انگیز ہے، کہتا ہے مال اللہ کا ہے۔ خیر یوں تو ہر چیز اللہ کی ہے مگر اس بات کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کا مال ہڑپ کر جائے۔"

ابوذرؓ نے کہا: "کیا وہ ایسا کہتا ہے؟"

"ہاں! یہ بات وہ ہر خطبہ میں کہتا ہے۔"

"قسم بخدا میں اس کے خلاف اظہار ناراضی کروں گا۔"

ابوذرؓ فوراً معاویہؓ کے قصر کی طرف گئے داخلے کی اجازت چاہی جب ابوذرؓ داخل

ہوئے تو معاویہ نے بہت مسرت کا اظہار کیا مگر ابوذرؓ نے پرواہ نہ کی اور فوراً مطلب کی بات پر آگئے اور کہا۔ ''معاویہؓ تو مسلمانوں کے مال کو اللہ کا مال کیوں کہتا ہے؟''

''ابوذرؓ خدا تجھ پر رحم کرے...... کیا ہم اللہ کے بندے نہیں ہیں؟ اور کیا یہ سب دولت اللہ کی نہیں ہے؟ آئندہ ایسا نہ کہنا۔''

''اچھا اب میں یہی کہا کروں گا کہ مال مسلمانوں کا ہے۔''

ابوذرؓ لوٹنے لگے تو معاویہؓ نے پوچھا۔ ''ابوذرؓ آپ مجھ سے کیوں ناراض ہیں؟''

''مال غنیمت مسلمانوں کا ہے تجھے اس کے ذخیرہ کرنے کا کیا حق ہے؟ تو نے رسول ﷺ، ابوبکرؓ و عمرؓ کی مخالفت کی ہے اور بنوامیہ کے لیے مال جمع کرتا ہے۔''

''ابوذرؓ! جیسا کہ تیرا خیال ہے، میں مال جمع نہیں کرتا البتہ مصالح عامہ کے لیے جمع کرتا ہوں۔ نہ مال کے ساتھ بخل کرتا ہوں کوئی ایسا معاملہ نہیں جس میں خرچ کرنا ضروری ہو اور میں نے نہ کیا ہو۔''

''تو اپنے عطیات اللہ کے لیے نہیں دیتا بلکہ اس لیے دیتا ہے تاکہ لوگ تجھے سخی کہیں اور یہی کہا بھی جاتا ہے۔ معاویہؓ تو نے امیروں کو امیر کر دیا اور فقیروں کو اور زیادہ فقیر کر دیا۔''

''ابوذرؓ اپنی حرکتوں سے باز آجا کیونکہ تو لوگوں کو ایسے فتنے کی طرف لے جا رہا ہے جس کا حال بس اللہ ہی جانتا ہے۔''

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے، میں اس وقت تک ہرگز باز نہیں آؤں گا جب تک کہ امیر لوگ غریبوں کو نہ دیں گے۔''

یہ کہہ کر ابوذرؓ وہاں سے چلے آئے، معاویہؓ تھوڑی دیر تک سوچ بچار میں رہے پھر کمرے میں ٹہلنے لگے پھر فرمایا۔ ''تین سو دینار کی تھیلی لاؤ۔'' ایک ملازم کو بلایا اور اس سے کہا کہ ''ابوذرؓ کو دے آؤ۔'' ملازم پیچھے پیچھے گیا۔ راہ میں ابوذرؓ کو جا لیا اور بولا:

''امیر معاویہ نے آپؓ کی خدمت میں یہ تھیلی بھیجی ہے۔''

ابوذرؓ نے تھیلی دیکھی اور کہا: ''اگر یہ روپیہ وہ ہے جو میرے اس سال کے عطیہ کا تھا تو میں اسے قبول کرتا ہوں اور اگر صلہ ہے تو میں اسے قبول نہیں کر سکتا۔''

خادم تھیلی لیے کھڑا رہا تو ابوذرؓ بولے۔ "اسی کے پاس لے جا مجھے ضرورت نہیں ہے۔"

پھر ابوذرؓ مسجد میں پہنچے۔ لوگ اردگرد جمع ہو گئے تو کہا:

"اے امیرو جو کچھ اللہ نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرو دنیوی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔ اپنے مالوں میں سائل و محروم کا حق رکھو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے تمہیں بہتات کے شوق نے غافل کر رکھا ہے۔ ابن آدم کہتا ہے میرا مال، میرا مال۔ مگر تیرا مال تو بس وہی ہے جو تو نے کھالیا اور فنا کر دیا، یا پہن لیا اور پرانا کر دیا یا صدقہ کر دیا تو جمع کر دیا۔ اے امیرو! اللہ نے خزانے جمع کرنے سے منع کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "ہلاکت ہو سونے کے لیے، ہلاکت ہو چاندی کے لیے ...... ہلاکت ہو سونے کے لیے، ہلاکت ہو چاندی کے لیے۔"

رسول اللہ ﷺ کے اس قول سے صحابہؓ ملول ہو گئے جیسے تم لوگ ملول ہوتے ہو تو انہوں نے سوال کیا۔ "پھر ہم کون سا مال حاصل کریں؟" حضرت عمرؓ نے فرمایا: "میں دریافت کیے دیتا ہوں۔" آپؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور عرض کی۔ "یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے اصحاب کو یہ بات بہت گراں گزری ہے۔ پھر کون سا مال حاصل کریں؟" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ذکر کرنے والی زبان، شاکر دل اور نیک بیوی جو تمہیں تمہارے دین پر مدد دے۔"

مال غنیمت مسلمانوں کا حق ہے مگر معاویہؓ انہیں جمع کرتا ہے تاکہ اپنے خادموں اور نگہبانوں پر خرچ کرے اور اپنے جاہ جلال پر صرف کرے، معاویہؓ یہ بھول گیا ہے کہ اسے اللہ کے مال سے صرف دو حلے لینے جائز ہیں ایک حلہ جاڑوں کے لیے اور ایک حلہ موسم گرما کے لیے۔ حج اور عمرہ کا خرچ، اپنا اور اپنے گھر کا رزق، وہ بھی اتنا ہی جتنا ایک عام قریشی لے سکتا ہے جو نہ زیادہ امیر ہو اور نہ غریب، یہ وہ دستور ہے جو صالح عمرؓ نے مقرر کیا تھا تو معاویہؓ اس کی اتباع کیوں نہیں کرتا؟ مال غنیمت تمام مسلمانوں میں تقسیم ہونا چاہیے جس طرح رسول اللہ ﷺ، ابوبکرؓ، عمرؓ کے زمانے میں تقسیم ہوتا تھا، جاگیریں اور گھر جمع کیے جا رہے ہیں اور ان کی زینت پر ہزاروں دینار خرچ کیے جا

رہے ہیں اور مسلمانوں کو بھلا دیا جاتا ہے۔ عمرؓ نے حج کیا تو آنے جانے پر سولہ دینار خرچ کئے اور اپنے بیٹے سے کہا ہم نے اس سفر میں بہت خرچ کر دیا، عمرؓ سولہ دینار کو بہت سمجھتا ہے اور معاویہؓ بنوامیہ کو ہزاروں دینار دیتا ہے پھر بھی تھوڑا سمجھتا ہے۔"

ایک شخص نے کان میں کہا: "معاویہؓ کو کیا کہہ رہے ہو، ڈرو۔"

ابوذرؓ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: "میرے دوست نے مجھے نصیحت کی تھی کہ میں سچی بات کہوں اگرچہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو، اور راہِ خدا میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کروں، میں ان ہی کی طرح یہ دعا کرتا ہوں، اے اللہ! میں تجھ سے بزدلی سے پناہ مانگتا ہوں، بخل سے پناہ چاہتا ہوں، لمبی عمر سے پناہ مانگتا ہوں اور دنیا اور عذابِ قبر کے فتنے سے پناہ چاہتا ہوں۔"

پھر کہنا شروع کیا: "لوگ طرح طرح کے کھانے بنانے لگے ہیں اور رنگ رنگ کے کھانوں کو ہضم کرنے کے لیے دوائیں کھاتے ہیں، نبی ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے اور ایک دن بھی آپ ﷺ نے دو کھانوں سے پیٹ نہیں بھرا، جب کھجوریں کھاتے تو روٹی نہ کھاتے۔ اہل بیت نے کبھی تین دن متواتر روٹی سے بھی صبح وشام میں پیٹ نہیں بھرا حتیٰ کہ آپ ﷺ اللہ سے جا ملے۔ رسول اللہ ﷺ کے ہاں ایک چاند سے دوسرا چاند آجاتا تھا اور آپ ﷺ کے گھر میں آگ نہ جلتی تھی نہ روٹی نہ کھانا۔"

ایک شخص نے پوچھا: "پھر وہ کیسے زندہ رہتے تھے؟"

فرمایا: "کھجور کھاتے اور پانی پیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "کسی آدمی نے کوئی برتن اپنے پیٹ سے زیادہ بدترین نہیں بھرا۔ ابن آدم کے لیے چند لقمے کافی ہیں جن سے اس کی پشت مضبوط رہے۔ اگر کھانا ضروری ہی ہو تو تہائی کھانے کے لیے تہائی پانی کے لیے اور تہائی سانس کے لیے رکھو۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "پیٹ بھرنے سے بچو کیونکہ یہ سستی پیدا کرتا ہے، جسم کو خراب کرتا ہے اور بیماری سے دوچار کرتا ہے، اپنی روزی میں میانہ روی برتو کیونکہ یہ اسراف سے بچاتی ہے بدن کے لیے مقوی ہے اور عبادت کے لیے معاون ہے۔"

یہ خیال نہ کرنا کہ صحابہؓ اس لیے زہد کی رغبت دلاتے تھے کہ ان کے پاس کچھ نہ

تھا۔ نہیں، بلکہ رضائے الٰہی کے لیے اُم المومنین حضرت حفصہؓ نے اپنے پدر گرامی حضرت عمرؓ سے کہا جبکہ رزق کی وسعت اور مدینہ میں مال کی کثرت ہو گئی تھی، ''امیر المومنین! آپؓ نرم کپڑا اور اچھا کھانا کھایا کیجئے اب تو رزق کی کثرت اور مال کی بہتات ہو گئی ہے۔'' آپؓ نے فرمایا:

میں اس بارے میں تجھ سے بہت جھگڑوں گا تجھے یاد نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کیسی سخت زندگی گزار دی اور اسی طرح ابو بکرؓ نے بھی، آپؓ برابر انہیں نصیحت کرتے رہے حتیٰ کہ وہ رو پڑیں، آپؓ نے فرمایا ''بخدا میں ان دونوں کی سی سخت زندگی گزاروں گا شاید ان کی رضامندی حاصل کرسکوں۔'' رسول اللہ ﷺ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ لیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے نہ کچھ جمع کیا نہ ذخیرہ کیا۔ بلکہ جو کچھ آتا صدقہ کر دیتے۔ بعدازاں کھانے تک کے لیے بھی کچھ نہ ہوتا۔ سیّدہ عائشہؓ نے بھی آپ ﷺ کو بھوکا دیکھا تو کہا:

''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اللہ سے کیوں درخواست نہیں کرتے کہ وہ آپ ﷺ کو کھانا کھلا دے؟'' یہ کہہ کر وہ رو پڑیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''عائشہؓ! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے، اگر میں رب سے درخواست کرتا کہ میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلائے تو وہ چلا دیتا مگر میں نے سیری پر بھوک کو ترجیح دی، فقیری کو تونگری پر، دنیا کے غم کو خوشی پر۔ اے عائشہؓ! دنیا محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے شایان شان نہیں، اے عائشہؓ! اللہ نے اولوالعزم رسولوں سے صبر ہی کا مطالبہ کیا ہے اور جیسی تکلیفیں مجھے بخشی ہیں ایسی ہی انہیں بھی دیں چنانچہ فرماتا ہے:

فاصبر کماصبر اولو العزم من الرسل

''صبر کر جس طرح کہ اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔''

قسم بخدا مجھے سوائے اس کی اطاعت کے کوئی اور چارہ کار نہیں ہے میں بخدا اسی طرح صبر کروں گا جس طرح کہ انہوں نے کیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔''

☆☆☆

بغاوت

ابو ذرؓ اپنی دعوت و تبلیغ میں مصروف رہے، امیروں پر اور زیادہ سختی سے تنقید کرنے لگے، جمع کرنے سے روکتے، فقیروں کی غم خواری کی طرف دعوت دیتے اور مسلمانوں کو مال کی تقسیم کی تلقین کرتے جس طرح رسول اللہ ﷺ، ابو بکرؓ، عمرؓ کے دور میں تھا۔ فقیر، امیروں سے ناراض ہو گئے لہٰذا امیروں نے معاویہؓ سے التجا کی اور ابو ذرؓ کے پروپیگنڈے کی شکایت کی۔ معاویہؓ نے انہیں بلا بھیجا اور پختہ ارادہ کر لیا کہ اس فتنے کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکیں گے جس نے اس سلطنت کی بنیادیں ہلا دی ہیں اور ان کی امیدوں کو خاک میں ملا دیا ہے۔

ابو ذرؓ اپنے دبلے پتلے لمبے قد کے ساتھ معاویہؓ کے دربار میں داخل ہوئے۔ آپؓ کے گندم گوں چہرے پر عزم و استقلال کندہ تھا۔ معاویہؓ ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے اور اپنے برابر جگہ دی، پھر خادموں کو پکارا اور کھانا لانے کا حکم دیا، دستر خوان بچھ گیا اور طرح طرح کے لذیذ کھانے چنے گئے جن سے منہ میں پانی بھر آئے، معاویہؓ نے ابو ذرؓ سے کہا۔ ”تناول فرمائیے۔“

ابو ذرؓ نے انکار کر دیا اور کہا:

”میں تو ہر ہفتہ دو سیر گیہوں کھاتا ہوں، رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے میرا یہی دستور ہے، بخدا اس سے زیادہ نہیں کروں گا مگر جب تک کہ ان سے نہ جا ملوں۔“

پھر معاویہؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

”تم نے رنگ ہی بدل دیا، تمہارے لیے جو کو چھانا جاتا ہے اور پہلے ایسا نہیں کیا جاتا تھا۔ تم میدے کی روٹی پکواتے ہو، دو سالن ایک دستر خوان پر جمع کرتے ہو، رنگ

رنگ کے کھانے کھاتے ہو، صبح کو ایک جوڑا اور شام کو دوسرا جوڑا پہنتے ہو، رسول اللہ ﷺ کے دور میں تو تم ایسے نہ تھے۔"

"وہ زمانہ ختم ہوگیا، اب ہم عجمیوں کے شہروں میں ہیں، اگر ایسا نہ کریں تو وہ ہمیں حقیر سمجھیں گے۔"

"میں تو اپنی ہیئت تبدیل نہیں کرسکتا، شاید قیامت کے دن میں رسول اللہ ﷺ سے بہ نسبت تمہارے زیادہ قریب ہوں۔ اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے "قیامت کے دن مجھ سے زیادہ قریب تم میں سے وہ شخص ہوگا جو دنیا سے اس ہیئت پر نکلے گا جس پر میں نے اسے چھوڑا ہے۔" قسم بخدا! تم میں سے ہر ایک سوائے میرے بالکل بدل گیا ہے۔"

"ابوذرؓ! امیر لوگ تیری شکایت کرتے ہیں، کہتے ہیں تو غریبوں کو ان کے خلاف بھڑکاتا ہے۔"

"میں انہیں ذخیرہ اندوزی سے روکتا ہوں۔"

"کیوں"؟

"کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (التوبہ۔ 34)

"جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے انہیں عذاب الیم کی خوش خبری سنا دو۔"

"یہ آیت تو اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔"

"نہیں ان کے اور ہمارے دونوں کے بارے میں اتری تھی۔"

"میں حکم دیتا ہوں کہ اپنی حرکت سے باز آجا۔"

"قسم بخدا میں تم لوگوں کو زہد کی طرف بلاتا رہوں گا، مال جمع کرنے سے ڈراتا رہوں گا اور ذخیرہ اندوزوں کو عذاب جہنم کی خوش خبری دیتا رہوں گا۔"

"بہتر یہی ہے کہ تو باز آجائے۔"

"واللہ میں باز نہیں آؤں گا جب تک کہ مال غریبوں میں تقسیم نہ کئے جائیں گے۔"

"ابوذرؓ! اب میرے تیرے درمیان تعلقات ختم، ڈر۔"

"ہمیں وہی پہنچ سکتا ہے جو مقدر میں لکھا ہے"۔

ابوذرؓ نے وضو کیا، مسجد میں بیٹھ گئے اور قرآن پڑھنے لگے۔ ان کی لڑکی آئی، وہ صوف کے کپڑے پہنے ہوئے تھی، اس کا چہرہ خشک تھا اور اس کے ساتھ ایک زنبیل تھی۔ سامنے آئی اور بولی:

"باپ! لوگ کہتے ہیں کہ تمہارے یہ پیسے بھی دولت ہیں۔"

"بیٹی! رکھ دے، الحمد للہ تیرا باپ نہ سونے کا مالک ہے نہ چاندی کا۔ بس یہی چند پیسے تو ہیں۔"

لڑکی لوٹ گئی، ادھر معاویہؓ کے گردان کے غلام اور ملازم کھڑے تھے۔ پھر جمعہ کی اذان ہوئی، معاویہؓ منبر پر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور کہا:

"مال ہمارا ہے اور مال غنیمت ہمارا ہے، ہم جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں۔"

حاضرین میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا:

"ہرگز نہیں۔ مال ہمارا ہے اور مال غنیمت بھی ہمارا ہے، لہٰذا جو کوئی اس کے اور ہمارے درمیان حائل ہوگا ہم اس کے خلاف راہ خدا میں تلوار اٹھائیں گے۔"

امیر معاویہؓ نے گردن جھکالی، سمجھ گئے کہ یہ حرکت ابوذرؓ کی ہے تو اب ابوذرؓ کو سختی سے پکڑنا چاہیے تاکہ مخالفین کے لیے عبرت بن جائے، مگر کہیں یہ سخت گیری عام فتنہ کا باعث نہ بن جائے؟ معاویہؓ نے تھوڑی دیر کے لیے سوچا اور یہ طے کیا کہ بہتر یہی ہے کہ ابوذرؓ کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے۔ لہٰذا نماز کے بعد ابوذرؓ کو بلایا اور لوگوں سے کہا: "اس شخص نے مجھے زندہ کر دیا، اللہ اسے زندہ کر دے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ فرماتے ہیں "میرے بعد ایسے حاکم ہوں گے جو کوئی بات کہیں گے اور کسی کی تردید کی مجال نہ ہوگی، وہ جہنم میں اس طرح گھس جائیں گے جیسے

چمڑی کو آگ میں ڈال دیا جاتا ہے۔"
سلامتی کے ساتھ جمعہ کی نماز ہوگئی، معاویہؓ غصہ میں بھرے ہوئے محل میں داخل ہوئے تو گھر والوں میں سے کسی نے پوچھا:
"کیا ہوا؟ آج اس قدر ناراض کیوں ہیں؟"
"ابوذرؓ نے مجھے تنگ کر ڈالا ہے، بخدا وہ قوم کو خراب کر دیں گے اگر ہم نے اس کا تدارک نہ کیا۔"
"بخدا اس کے لیے تو میں کافی ہوں۔"
"سختی سے تو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔"
"کیا پتا؟"
وہ شخص ابوذرؓ کے گھر گیا، سختی سے دروازہ کھٹکھٹایا اور کھول دیا ابوذرؓ برآمد ہوئے تو اس شخص کو پہچان نہ سکے مگر شر اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا دریافت کیا:
"خیر تو ہے؟"
"نہیں، ابوذرؓ! شر ہے اگر تو معاویہ پر حملہ کرنے سے باز نہ آیا اور لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکانے سے نہ رکا تو آج کے بعد زمین پر نہیں چل سکے گا۔
ابوذرؓ نے اطمینان سے جواب دیا:
"میں موت سے نہیں ڈرتا۔"
"ابوذرؓ! مان جا، معاویہؓ کو ناراض نہ کر۔"
معاویہؓ کو ناراض کرنا اللہ کو ناراض کرنے سے بہتر ہے۔"
"مان جا، ہمارے خلاف لوگوں کو نہ بھڑکا، اپنی تبلیغ سے باز آجا۔"
"بخدا کبھی نہیں مانوں گا جب تک کہ لوگوں میں مال تقسیم نہ کر دیے جائیں۔"
"واللہ ہم خوب جانتے ہیں تو جس کے لیے یہ کام کر رہا ہے، واللہ اگر تو باز نہ آیا تو تجھے سخت مصائب میں مبتلا کر دیں گے۔"
"قسم بخدا میں باز نہ آؤں گا جب تک کہ کتاب اللہ پر عمل نہیں کرو گے۔"
اس شخص نے گردن جھکالی، سوچنے لگا کہ کوئی لالچ دینا چاہیے شاید نرم پڑ جائے،

بولا:

"ابوذرؓ! علیؓ تجھے کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے اور ہم سے کیسے بچا سکتا ہے، رہا معاویہؓ سو اس کے پاس بڑا مال ہے اور وہ تیری مٹھی میں ہے۔"

"مجھے مال کی ضرورت نہیں، مجھے تو صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی چاہیے۔"

"اب میں معذور ہوں، میں نے تجھے سب کچھ بتادیا، تو موت کی طرف جا رہا ہے۔"

"میرے لیے موت زندگی سے بہتر ہے۔"

ابوذرؓ کو ہر طرف سے مصائب نے گھیر لیا، انہیں بنوامیہ کے ہاتھوں بڑی بڑی مصیبتیں پہنچیں، ظلم کیے گئے، مال روک دیا گیا مگر وہ کسی طرح کمزور نہیں پڑے نہ باز آئے بلکہ اور زیادہ سخت حملے کرنے لگے، ایک دن وہ علی الاعلان معاویہؓ پر برس پڑے اور لوگوں کے سامنے اپنے وعظ میں کہا:

"بنوامیہ، مجھے فقر وفاقہ اور قتل کی دھمکی دیتے ہیں، فقر مجھے تونگری سے زیادہ محبوب ہے اور زمین کا اندرونی حصہ بیرونی حصہ سے زیادہ پسندیدہ ہے، اللہ کا مال اللہ کے بندوں پر خرچ کرو، یہ مت کہو کہ اللہ کے ہاتھ بند ہیں، اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں، تمہارے مال اور اولاد فتنہ ہیں اور اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے، اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے، سنو، اطاعت کرو اور خرچ کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے جو لوگ بخل سے بچیں وہ فلاح پانے والوں میں سے ہیں، اگر اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو وہ تمہیں دو چند اور سہ چند دے گا تمہیں بخش دے گا اور اللہ شکر کو قبول کرنے والا بردبار ہے، حاضر وغائب کا جاننے والا، غالب اور حکمت والا ہے۔"

اس طرح ابوذرؓ مال کے جمع کرنے والوں پر حملے کرتے رہے اور تقسیم مال کی تبلیغ کرتے رہے، رات ہوگئی اور وہ گھر کو چلے، راہ میں یاد آیا کہ بچی کو بیمار چھوڑ آئے تھے، لہٰذا جلدی جلدی چلنے لگے مگر ضمیر پکار رہا تھا کہ "تمہارے مال و اولاد فتنہ ہیں۔" یہ خیالات آواز کی صورت میں ان کے کانوں میں گونجنے لگے، جب گھر پہنچے تو جلدی

سے داخل ہوئے، بیٹی کو ساکن و صامت پایا، برابر میں اس کی ماں بیٹھی تھی، غم اس کے چہرے پر چھپا ہوا تھا اور آنکھوں میں آنسو بھرے تھے۔ ابوذرؓ کو دیکھا تو رونے لگی، ابوذرؓ نے سر جھکا لیا اور بولے:

"انا للہ وانا الیہ راجعون۔"

پھر بیٹھ گئے اور سر جھکا لیا، خیال آیا کہ ایک دن قریش کے اسلام لانے سے پیشتر وہ یثرب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے یہ وہ دن تھا جبکہ قریش نے صبح صبح مدینے پر لوٹ ڈالی تھی اور ان کے لڑکے کو قتل کر دیا تھا۔ پھر وہ لوگ واپس چلے گئے تھے۔ یاد کرنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی غم خواری کی تھی تو بڑبڑانے لگے۔

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ، سب موت کے لیے پیدا ہوتے ہیں اور ویرانے کو آباد کرنے کے لیے آتے ہیں۔"



ابوذرؓ نے اپنی دعوت شروع کر دی اور ذخیرہ اندوزوں کو تکلیف دہ عذاب کی بشارت دینے لگے۔ معاویہؓ ان سے خلاصی حاصل کرنے کی تدبیریں سوچنے لگے کہ کسی طرح ان کے مشن کو ناکامیاب کر دیں، انہوں نے سوچا کہ اگر ذخیرہ اندوزوں کیخلاف بولنے والے کے ہاں ذخیرہ ثابت کر دیا جائے تو خلاصی ہو سکتی ہے لہٰذا انہوں نے اس کے لیے ایک بہترین راہ سوچ لی اور یقین کر لیا کہ تیر نشانہ پر ضرور لگے گا۔

معاویہؓ نے ایک قاصد کو بلایا اور اسے ہزار دینار دیے اور رات کی تاریکی میں اسے ابوذرؓ کے پاس بھیجا پھر جب صبح کی نماز پڑھ چکے تو اسی قاصد کو بلا کر کہا:

"ابوذرؓ کے پاس جا اور کہہ کہ مجھے معاویہؓ کے عذاب سے چھڑا دے، وہ دراصل کسی اور کے پاس بھیجے تھے میں غلطی سے آپ کو دے گیا۔"

قاصد گیا اور ابوذرؓ سے یہی بات جا کر کہی۔

ابوذرؓ نے کہا، بیٹا معاویہؓ سے کہنا جو کچھ آپ نے بھیجا تھا صبح تک اس میں سے ہمارے پاس کچھ نہیں بچا، لہٰذا ہمیں تین دن کی مہلت دیجیے۔"

معاویہؓ سمجھ گئے کہ ابوذرؓ اپنے قول میں سچا ہے اس نے سب دینار ایک ہی رات

میں خرچ کردیے افسوس! تیر نشانے پر نہیں لگا۔

معاویہؓ نے ابوذرؓ کے ساتھ نرمی برتی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا پھر سختی کی تو بھی کچھ نہ ہوا، ابوذرؓ کو خریدنا چاہا تب بھی کامیابی نہ ہوئی لہٰذا اب ان کے سامنے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ انہیں شام سے نکال دیں۔ معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کو لکھا۔

"ابوذرؓ کے پاس لوگ جمع رہتے ہیں اس نے مجھے تنگ کر ڈالا ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگوں کو آپؓ کے خلاف بھڑکا دے گا، اگر آپؓ کو قوم کی کچھ ضرورت ہے تو اس کی کچھ سبیل کیجیے۔"

حضرت عثمانؓ نے لکھا:

"فتنے نے اپنے پر پرزے نکال لیے ہیں، اب صرف حملہ کرنا باقی ہے لہٰذا زخم کو نہ چھیڑو، ابوذرؓ کو میرے پاس بھیجو اور اس کے ساتھ کسی کو روانہ کرو اور اپنے آپ کو اور لوگوں کو حتی الامکان بچاؤ۔"



دیس نکالا

امیرالمومنین کی چٹھی معاویہؓ کو ملی تو ابوذرؓ کو ایک اونٹ پر سوار کرا دیا جس پر ایک سخت پالان دھرا تھا ان کے ساتھ پانچ حبشی غلام کئے جو انہیں بھگائے لیے جا رہے تھے اور ایک منٹ کے لیے آرام نہ لینے دیتے تھے حتیٰ کہ آپؓ کی رانوں کی کھال[1] اڑ گئی اور آپ لب دم ہوگئے، سخت تکلیف پہنچی مگر آپؓ نے سر جھکا لیا سوچا کہ یہ سب مصائب اس لیے پڑ رہے ہیں کہ کتاب اللہ کے اتباع کی طرف دعوت دے رہے ہیں، یاد کرنے لگے کہ ان دن یثرب کی گلیوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

''ابوذرؓ! تو ایک نیک آدمی ہے، تجھے میرے بعد بڑے مصائب کا سامنا ہوگا۔

''کیا راہِ خدا میں؟''

''ہاں۔''

''مرحبا۔ حکم الٰہی جو کچھ ہو۔''

ابوذرؓ کا دل اطمینان وسکون سے بھر گیا اور جو غم کا بادل چھا رہا تھا چھٹ گیا اور سکون واطمینان نے اس کی جگہ لے لی۔

قافلہ مدینہ پہنچا ابوذرؓ نے کچھ لوگ سلع پہاڑ کے نیچے بیٹھے دیکھے تو کہا۔ ''اہل مدینہ کو خوش خبری سنادو کہ ایک سخت حملہ ہوگا اور یادگار جنگ ہوگی۔''

ابوذرؓ، عثمانؓ کے پاس گئے، علیؓ اور بعض مسلمان بیٹھے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے دیکھا تو کہا:

''اے جنیدب اللہ تیری آنکھیں ٹھنڈی نہ کرے (جنیدب کے معنی ٹڈی کے ہیں)''

---

[1] یہ روایت بالکل غلط ہے کہ آپؓ کو معاویہؓ نے بہت آرام سے بھیجا تھا۔ (صارم)

''میں بے شک جندب ہوں مگر رسول اللہ ﷺ نے میرا نام عبداللہ رکھا تھا لہٰذا میں نے اپنے اصلی نام کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کے دھرے نام کو چن لیا۔''

''اہل شام کیوں تیری چرب زبانی کی شکایت کرتے ہیں؟''

لوگوں نے مال جمع کر لیے ہیں لہٰذا میں نے انہیں جہنم کی بشارت دی۔''

''تو ہی وہ شخص ہے جو یہ کہتا ہے کہ ہم لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے، اللہ کے ہاتھ بند ہیں اور ہم امیر ہیں؟''

''اگر تم لوگ ایسا نہ کہتے تو خدائی مال کو اس کے بندوں پر خرچ کر دیتے ہیں، میں نے تجھے نصیحت کی تو تو نے میرے ساتھ بدسلوکی کی اور تیرے دوست کو نصیحت کی تو اس نے بھی بدسلوکی کی۔''

''تو جھوٹا ہے، تو فتنہ پرداز ہے تو نے شامیوں کو ہمارا مخالف بنا دیا۔''

''اپنے پچھلے دونوں خلفا کی اتباع کر۔ کوئی بھی تجھے کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

''تجھے اس سے کیا غرض؟''

''بخدا! واللہ، میرے پاس اس کے سوا کوئی عذر نہیں کہ میں بھلائی کا حکم دیتا ہوں اور برائی سے روکتا ہوں۔''

حضرت عثمانؓ کا چہرہ غصہ سے تمتما گیا اور کہا:

''اس کے بارے میں مجھے مشورہ دو، آیا اسے پٹوادوں یا قتل کرادوں؟ کیونکہ اس نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈال دیا ہے یا سرزمین اسلام سے اسے نکال دوں؟''

حضرت علیؓ بولے:

''میں تو وہی مشورہ دوں گا جو آل فرعون کے ایک مومن نے دیا تھا کہ اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اس کے سر پر پڑے گا اور اگر سچا ہے تو جو کچھ کہتا ہے وہ کچھ تو تم پر ضرور پڑے گا، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والے، جھوٹے انسان کو ہدایت نہیں دیتا۔''

عثمانؓ نے جواب دیا اور تہمت لگائی کہ وہ علیؓ کا جاسوس ہے، علیؓ نے اس سے زیادہ سخت جواب دیا دونوں میں جھگڑا بڑھ گیا، آخر لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا لیا۔ حضرت عثمانؓ

نے کہا:

''میں حکم دیتا ہوں کہ کوئی شخص ابوذرؓ سے بات نہ کرے نہ اس کے پاس بیٹھے۔''

ابوذرؓ عثمانؓ کے پاس سے چلے آئے، لوگ باہر منتظر تھے سب جمع ہو گئے جیسے کبھی انہیں نہ دیکھا تھا۔

ایک دن ابوذرؓ مسجد میں بیٹھے تھے ایک شخص آ کر سوال کرنے لگا:

''عثمانؓ کے صدقہ وصول کرنے والوں نے ہم پر زیادتی کی ہے کیا ہم جس قدر انہوں نے زیادہ لیا ہے اتنا ہی کم کر سکتے ہیں؟''

''نہیں! اپنے مال کو روک لو اور کہہ دو جو حق ہے لے لو اور جو ناحق ہے چھوڑ دو اگر پھر بھی زیادتی کریں گے تو یہ روزِ قیامت میں تمہیں مل جائے گا۔''

ایک قریشی نوجوان بولا:

''ابوذرؓ! تجھے امیر المومنین نے فتویٰ دینے سے منع کیا تھا۔''

''کیا تو میرا نگہبان ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے، اگر تم لوگ یہاں تلوار رکھ دو گے (گردن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) اور مجھے یہ گمان ہو کہ گردن کٹ جانے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کا ایک حکم ہی تمہیں سنا سکوں گا تو ضرور سناؤں گا۔

ابوذرؓ نے پھر اپنی تبلیغ زوروں سے شروع کر دی، امیروں کو برا بھلا کہنے لگے، فقیروں کی غمخواری کی ترغیب اور تقسیم مال کی تبلیغ کرنے لگے، حضرت عثمانؓ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ لوگ آپ کے پاس جمع ہوتے ہیں تو قاصد بھیج کر بلا لیا، کعب الاحبارؓ اور بعض مسلمان آپؓ کے پاس بیٹھے تھے، حضرت عثمانؓ نے کہا:

''ابوذرؓ! تو باز نہیں آئے گا؟''

''جب تک کہ فقیروں کی غم خواری نہ کی جائے گی۔''

عثمانؓ پاس بیٹھنے والوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

''تم لوگوں کی کیا رائے ہے اگر کوئی شخص زکوٰۃ دے دے تو کیا اس کے ذمہ کچھ حق باقی رہ جاتا ہے؟''

کعب الاحبارؓ بولے:
”نہیں اے امیر المومنین!“

ابوذرؓ نے کعبؓ کو دھکا دیا اور کہا: ”تو نے جھوٹ کہا۔ اللہ تو اس کے خلاف فرماتا ہے، کہتا ہے، مال دو قریبیوں، یتیموں، مسکینوں مسافروں، سائلوں اور غلاموں کو۔

عثمانؓ نے کہا: ابوذرؓ ممکن نہیں کہ میں لوگوں کو زہد پر مجبور کروں، ہاں حکم خداوندی کے مطابق فیصلہ کرسکتا ہوں اور اقتصاد کی ترغیب دے سکتا ہوں۔

ابوذرؓ نے کہا ”ہم اس وقت تک امیروں سے راضی نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ فقیروں پر خرچ نہ کریں گے، عزیزوں اور پڑوسیوں کو نہ دیں گے اور صلہ رحمی نہ کریں گے۔

کعب الاحبارؓ نے کہا۔ ”جس نے فریضہ ادا کردیا اس نے اپنا فرض ادا کردیا۔“

ابوذرؓ نے لاٹھی اٹھائی اور کعبؓ کے سینے میں ٹھونک دی۔

اسی درمیان میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا ترکہ لایا گیا، روپیہ کی بوری کھڑی کی گئی تو وہ اتنی بڑی تھی کہ عثمانؓ اور اس شخص کے درمیان جو اسے لے کر کھڑا تھا حائل ہوگئی۔ حضرت عثمانؓ نے کہا میں عبدالرحمٰنؓ کے لیے بھلائی کی توقع رکھتا ہوں کیونکہ وہ صدقہ کرتے اور مہمان نوازی کرتے تھے پھر بھی جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ چھوڑ گئے ہیں۔

کعب نے کہا ”امیر المومنین! آپؓ نے سچ فرمایا، پاک مال کمایا، پاک مال خرچ کیا اور پاک مال چھوڑ گیا۔ اللہ نے اسے دنیا و آخرت کی بھلائی عطا کی۔“

ابوذرؓ نے سنتے ہی اپنی لاٹھی اٹھائی اور کعبؓ کا سر پھوڑ دیا اور کہا:

”یہودی کے بچے! وہ شخص جو اس قدر مال چھوڑ گیا تو اس کے بارے میں کہتا ہے کہ اللہ نے اسے دنیا و آخرت کی بھلائی عطا کی، اور اللہ کے بارے میں ایسا ہی یقین بھی رکھتا ہے، سن ایک دن رسول اللہ ﷺ احد پہاڑ کی طرف سے گزر رہے تھے، میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا، فرمایا، ”اے ابوذرؓ!“ میں نے کہا ”لبیک یا رسول اللہ ﷺ!“ آپ ﷺ نے فرمایا ”قیامت کے دن اہل ثروت مفلس ہوں گے۔“ پھر فرمایا:

"ابوذرؓ!" میں نے کہا "جی یا رسول اللہ ﷺ! میری جان اور میرا مال آپ ﷺ پر قربان۔" فرمایا، "اگر میرے پاس احد کے برابر سونا ہوتا تو میں اسے راہِ خدا میں خرچ کر دیتا اور مرتے دم مجھے دو تولہ بھی چھوڑنا گوارا نہ ہوتا۔" پھر فرمایا، "ابوذرؓ! تو زیادہ چاہتا ہے اور میں کم چاہتا ہوں۔" تو رسول اللہ ﷺ تو ایسا فرماتے ہیں اور تو کہتا ہے کہ عبدالرحمٰن جو کچھ چھوڑ گیا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔"

حضرت عثمانؓ نے کعبؓ سے کہا کہ میری خاطر سر کے زخم کو معاف کر دو۔

پھر ابوذرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا

"تو مجھے بہت ستانے لگا ہے، جا چلا جا۔"

"کہاں؟ مکہ چلا جاؤں؟"

"نہیں، ہرگز نہیں۔"

"کیا تو مجھے میرے پروردگار کے گھر سے روکتا ہے کہ میں مرتے دم تک وہیں عبادت کرتا رہوں۔"

"تو کیا، شام کی طرف چلا جاؤں؟"

"نہیں، بخدا ہرگز نہیں۔"

"بصرہ؟"

"نہیں، واللہ ہرگز نہیں، ان شہروں سے علاوہ کہیں اور چلا جا۔"

"نہیں، خدا کی قسم میں اپنے لیے ان شہروں کے علاوہ کسی اور شہر کو پسند نہیں کر سکتا ہاں تو جہاں چاہے بھیج دے بشرطیکہ بس وہیں رہوں۔

"میں تجھے ربذہ بجھوائے دیتا ہوں۔"

☆☆☆

ربذہ میں

حضرت عثمانؓ نے مروان کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ ابوذرؓ کو ربذہ کی طرف لے جاؤ، لوگوں سے منع کردیا کہ کوئی بھی اس کے ساتھ نہ جائے نہ رخصت کرے۔ ابوذرؓ ایک اونٹنی پر سوار ہوئے اور مروان دوسری پر، دونوں مدینہ کی راہیں کاٹتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ لوگوں نے امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کی، سب نے ابوذرؓ کو چھوڑ دیا، ابوذرؓ چاروں طرف نظر دوڑاتے تھے اور الوداع کہہ رہے تھے، جب کسی مقام سے گزرتے تو عہد رسالت میں جو واقعات وہاں رونما ہوئے تھے انہیں یاد کرتے، مختلف یادوں نے ان کے دل کو ملول کردیا اور انہوں نے سر جھکا لیا۔ مگر جب رسول اللہ ﷺ کی وہ آواز آپؓ کے کانوں میں گونجی کہ "اے ابوذرؓ میرے بعد تجھ پر مصیبتیں پڑیں گی۔"

"کیا راہ خدا میں؟"

"ہاں۔"

"مرحبا رضا بقضا۔" تو وہ مطمئن ہو گئے۔

ابوذرؓ نے اپنا سر اٹھایا، دونوں چلے جا رہے تھے حتیٰ کہ افق سے دور ہو گئے۔

حضرت علیؓ، ان کے دونوں فرزند حسنؓ و حسینؓ، ان کے بھائی عقیلؓ، عبداللہؓ بن جعفر اور عمارؓ بن یاسر گھر آئے تو معلوم ہوا عثمانؓ نے ابوذرؓ کو دیس نکالا دے دیا ہے لہٰذا وہ سب فوراً تیزی سے روانہ ہوئے اور مدینہ سے باہر ان سے جا ملے۔ علیؓ ان سے باتیں کرنے لگے۔ مروان نے روکنا چاہا اور کہا:

اے علیؓ! امیر المومنین نے منع کردیا ہے کہ کوئی شخص ابوذرؓ کے ساتھ نہ جائے نہ رخصت کرے، اگر آپ کو اس حکم کی اطلاع نہیں ہے تو میں آپؓ کو مطلع کئے دیتا

ہوں۔

حضرت علیؓ نے کوئی توجہ نہ دی اور ابوذرؓ کی طرف بڑھے، مروان نے چاہا کہ دونوں کے درمیان حائل ہوجائے تو علیؓ نے اس کی اونٹنی کے دونوں کانوں کے درمیان ایک کوڑا رسید کیا اور فرمایا "دور ہوجا، خدا تجھے جہنم رسید کرے۔"

مروان نے اونٹنی کی مہار پھیری اور ابوذرؓ کو چھوڑ کر چلا گیا، حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچا اور شکایت کی۔

علیؓ اور ان کے ساتھی ابوذرؓ کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ انہیں ربذہ تک پہنچا آئے۔ اپنے کجاووں سے اترے اور باتیں کرنے لگے جب رخصت ہونے لگے تو ابوذرؓ نے علیؓ کو سینے سے لگالیا آنسو بہانے لگے اور فرمایا:

"اے اہل بیت! اللہ تم لوگوں پر رحم کرے، اے ابوالحسن جب میں آپؓ کو اور آپؓ کے دونوں فرزندوں کو دیکھتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ یاد آتے ہیں۔"

مروان نے عثمانؓ سے شکایت کی اور حضرت علیؓ کی اس حرکت سے مطلع کیا، حضرت عثمانؓ اٹھے اور فرمایا، "اے مسلمانو! علیؓ کے بارے میں مجھے معذور سمجھو، دیکھو اس نے میرے قاصد کو اس کی ڈیوٹی بجا لانے نہیں دی، قسم بخدا میں اس کا حق دلا کر چھوڑوں گا۔"

علیؓ، ابوذرؓ کو ربذہ میں چھوڑ کر لوٹے تو لوگ ملے انہوں کہا:

"امیر المومنینؓ آپ سے ناراض ہیں کہ ابوذرؓ کو رخصت کرنے کیوں گئے۔"

علیؓ نے کہا:

"گھوڑا اپنے لگام پر غصہ کرتا ہے۔"

شام ہوگئی تو علیؓ، عثمانؓ کے پاس گئے، عثمانؓ نے کہا:

"آپؓ نے مروان کے ساتھ کیوں ایسا برتاؤ کیا آپؓ نے مجھ پر جرأت کی اور میرے قاصد اور میرے حکم کے خلاف کیا۔"

"رہا مروان، تو بات یہ ہے کہ اس نے مجھے واپس کرنا چاہا لہٰذا میں نے اسے لوٹا دیا اور رہا آپؓ کا حکم میں نے اس کی تردید نہیں کی۔"

''کیا آپؓ کو پتا نہیں کہ میں نے ابوذرؓ سے ملنے اور رخصت کرنے کے بارے میں حکم امتناعی جاری کیا ہے۔''

''کیا ہر وہ چیز جس کا آپ حکم دیں اور وہ خلاف حکم الٰہی ہو اور حق کے خلاف ہو تو ہم اس کا اتباع کریں، قسم بخدا ایسا نہیں ہو سکتا۔''

''مروان کو انتقام دو۔''

''کیا انتقام دوں؟''

''آپؓ نے اس کی اونٹنی کے کانوں کے درمیان کوڑا مارا تھا۔''

''یہ میری اونٹنی حاضر ہے، اگر وہ انتقام چاہتا ہے تو لے لے۔ رہا میں تو اگر مجھے گالی دی تو میں آپؓ کو ویسی ہی گالی دوں گا جو نہ جھوٹ ہوگی نہ باطل۔''

''کیوں، وہ آپؓ کو گالی کیوں نہ دے جب آپؓ نے اسے گالی دی۔ قسم بخدا آپ میرے نزدیک اس سے افضل نہیں ہیں۔''

یہ سن کر حضرت علیؓ کو غصہ آ گیا بولے۔

''مجھ سے آپؓ یہ بات کہتے ہیں اور مروان کے برابر مجھے ٹھہراتے ہیں۔ میں بخدا آپؓ سے افضل ہوں، میرا باپ آپؓ کے باپ سے افضل ہے اور میری ماں آپ کی ماں سے افضل ہے۔''

عثمانؓ کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا اور گھر میں چلے گئے۔ علیؓ واپس چلے آئے تو اہل بیت آپؓ کے گرد جمع ہو گئے اور کچھ مہاجر و انصار بھی تا کہ آپؓ کے غصہ کو فرو کریں۔

اگلے دن کی صبح میں، لوگ عثمان غنیؓ کے پاس آئے تو آپؓ نے علیؓ کی شکایت کی اور فرمایا:

''وہ مجھے عیب لگاتا ہے اور جو مجھے عیب لگاتا ہے اس کی مدد کرتا ہے۔''

لوگوں نے دونوں کے درمیان بیچ بچاؤ کرا دیا اور ابوذرؓ کی جلاوطنی سے پیشتر جیسے تعلقات تھے ویسے ہی قائم ہو گئے۔ حضرت علیؓ اور عثمانؓ کو کہا، قسم بخدا میں نے تو ابوذرؓ کو صرف لوجہ اللہ رخصت کیا تھا۔

امیر معاویہؓ کو معلوم ہوا کہ عثمانؓ نے ابوذرؓ کو جلاوطن کر دیا ہے تو وہ ان کی بیوی کو

ربذہ پہنچا آئے۔ جب ان کی بیوی گھر سے نکلی تو ایک تھیلا ساتھ تھا، معاویہؓ نے لوگوں سے کہا۔

"دیکھو زہد کی تبلیغ کرنے والے کا سامان۔"

تو ان کی بیوی بولی: "اس میں صرف چند پیسے ہیں، درہم دینار کچھ نہیں۔ پیسے بھی خرچ کے بقدر ہیں۔"

بیوی ربذہ پہنچی تو دیکھا کہ ابوذرؓ نے ایک مسجد بنالی ہے اور عثمانؓ نے اونٹوں کا ایک ریوڑ اور دو غلام دیے ہیں اور وظیفہ جاری کردیا ہے۔ ایک دن نعیم الرباحی ربذہ آئے، ابوذرؓ کی بیوی سے پوچھنے لگے ابوذرؓ کہاں ہے؟ اس نے کہا:

"وہاں زمینوں میں گئے ہیں۔"

نعیم نے انتظار کیا، ابوذرؓ دو اونٹ ہنکاتے آرہے تھے ایک، ایک کے پیچھے بندھا تھا۔ ہر ایک کی گردن میں ایک مشک بندھی تھی، نعیم نے دونوں مشکیں اتار دیں اور آپؓ کے پاس آبیٹھے اور کہا:

"ابوذرؓ! دنیا میں سب سے زیادہ مجھے تیری ملاقات عزیز تھی اور سب سے زیادہ تیری ہی ملاقات سے نفرت تھی۔"

"واللہ مگر یہ کیسے؟"

"بات یہ ہے کہ میں زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ درگور کیا کرتا تھا اور آپؓ سے مل کر یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ کیا میرے لیے توبہ ہے؟ اور اس عذاب سے بچنے کی کوئی راہ ہے؟ مگر اس بات سے بھی ڈرتا تھا تو یہ نہ کہہ دے کہ تیرے لیے توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔"

"کیا جہالت کے دور میں؟"

"ہاں۔"

"اللہ پچھلے گناہ معاف کرتا ہے۔"



حج کا موسم آگیا، ربذہ سے لوگ گزرتے تو ابوذرؓ کی مسجد میں نماز پڑھتے۔ کچھ

حاجی آئے تو آپؓ کو کھڑے ہوئے نماز پڑھتے پایا، انتظار کرنے لگے حتیٰ کہ آپؓ نماز سے فارغ ہوگئے پھر ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"آؤ ناصح مشفق بھائی کی طرف۔"

پھر رونے لگے اور خوب روئے اور فرمایا:

"مجھے طول امل نے برباد کردیا۔"

پھر بیٹھ گئے اور لوگ بھی بیٹھ گئے۔ بعض لوگوں نے چاہا کہ انہیں خوش کرنے کے لیے عثمانؓ کی مذمت کریں تو آپؓ نے انہیں روک دیا اور وہاں سے چل دیے۔ آپؓ ایک حلہ پہنے ہوئے تھے اور غلام بھی ویسا ہی حلہ پہنے ہوئے تھا۔ معرور بن سوید نے اس بارے میں دریافت کیا تو فرمایا:

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے تمہارے خادم تمہارے بھائی ہیں، اللہ نے انہیں تمہارے ماتحت کردیا ہے لہٰذا جس کا بھائی اس کے ہاتھ کے نیچے ہو، اسے چاہئے کہ اپنا سا کھانا، کپڑا دے اور کسی ایسے کام کی تکلیف نہ دے جسے وہ برداشت نہ کرسکے اگر دے تو اس کی مدد کرے۔"

ابوذرؓ وہاں سے روانہ ہوکر اپنے گھر پہنچے۔ ایک شخص جس نے آپؓ کی بیوی کو دیکھا تھا کہ کالی کلوٹی بڑھیا ہوگئی تھی۔ آپؓ سے کہنے لگا: "ابوذرؓ آپ کے کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا۔"

"اس خدا کا شکر ہے جو انہیں دار فنا سے دار بقا کی طرف لے جاتا ہے۔"

"ابوذرؓ کوئی اور شادی کیوں نہ کرلو۔"

"ایسی عورت جو مجھے گرادے، اس عورت سے بہتر نہیں ہوسکتی جو مجھے بڑھادے۔"

"کاش آپ کوئی نرم بستر بچھاتے۔"

"اے اللہ! معاف کر جو میسر آئے وہ لے لے اور اسی پر اکتفا کر۔"

حاجی لوگ روانہ ہوگئے، ابوذرؓ ان کی بیوی اور ان کے دونوں غلام ربذہ میں رہ گئے۔ ابوذرؓ عبادت میں مصروف رہے۔ زمانہ گزرتا گیا، ایک دفعہ ابوذرؓ نے عثمانؓ سے حج کی اجازت طلب کی، انہوں نے اجازت دے دی، آپؓ روانہ ہوئے اور کعبہ کے

پاس کھڑے ہو کر کہنے لگے:

''اے لوگو! میں جندب غفاری ہوں آؤ ناصح مشفق بھائی کی طرف۔''

لوگوں نے انہیں گھیر لیا تو فرمایا:

''کیا خیال ہے؟ اگر کوئی سفر کا ارادہ کرے تو کیا وہ اپنے لیے توشہ نہیں لے گا؟''

لوگوں نے کہا:

''کیوں نہیں۔''

فرمایا۔''تو روز قیامت کا سفر بہت لمبا ہے لہٰذا بقدر ضرورت توشہ لو۔''

لوگوں نے کہا:''وہ کیا؟''

فرمایا:''روزِ قیامت کی مصیبتوں کے لیے حج کرو، یوم حشر کے لیے سخت گرمی کے دن روزہ رکھو اور دو رکعتیں رات کی تاریکی میں وحشت قبر کے لیے پڑھو۔ کوئی کلمہ خیر کہو یا کسی کلمہ شر سے باز رہو تا کہ روزِ قیامت کام دے۔ اپنے مال کو صدقہ کرو تا کہ عذاب سے بچے رہو، دنیوی زندگی کی دو تقسیمیں کرو، ایک رزق حلال کے لیے اور دوسری طلب آخرت کے لیے۔ تیسری چیز تمہیں نقصان دے گی۔ نفع نہیں پہنچا سکتی۔ لہٰذا اس سے بچو۔ مال کی دو تقسیمیں کرو۔ ایک حلال درہم بچوں کے خرچ کے لئے اور ایک درہم آخرت کے لئے۔ تیسرا درہم تیرے لیے نقصان رساں ہے، نفع نہیں دے سکتا لہٰذا اس کا ارادہ نہ کرنا۔''

ابوذرؓ حج کر کے منیٰ گئے، ایک جگہ بیٹھے تھے کہ بہت سے لوگ آئے اور کہا عثمانؓ نے سفر میں چار رکعت پڑھی ہیں۔ ابوذرؓ غضب ناک ہو گئے اور بہت سخت کلمات کہے پھر کہا:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں نماز پڑھی تو انہوں نے دو رکعت پڑھیں اور ابوبکرؓ وعمرؓ کے ساتھ بھی پڑھی تو عثمانؓ نے چار کیسے کر دیں؟''

پھر آپ کھڑے ہوئے اور چار رکعت پڑھیں تو حاضرین تعجب سے دیکھنے لگے جب نماز سے فارغ ہو گئے تو لوگوں نے کہا:

''ابھی تو امیر المومنین کو آپؓ نے عیب لگایا تھا اور ابھی خود بھی چار ہی پڑھیں۔''

''اختلاف ڈالنا بہت بری بات ہے ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا تو فرمایا:
''میرے بعد ایک بادشاہ ہوگا اسے ذلیل نہ کرنا جو اسے ذلیل کرنا چاہے گا وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی حتیٰ کہ وہ اس کمی کو پورا کر دے اور آئندہ ایسا نہ کرے۔''



دارالبقاء کی طرف

ابوذرؓ ربذہ چلے آئے۔ حجاج چلے گئے راستے ویران ہو گئے تو ابوذرؓ عبادت میں لگ گئے، ایک دن بڑی کمزوری اور ضعف محسوس ہوا۔ سمجھ گئے کہ موت آگے بڑھ رہی ہے، لہٰذا بیوی کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

"فراق کا وقت قریب آ گیا۔"

"آج آپ کو کیا ہوا؟"

"بخدا ہم بہت جلد دار فانی سے دار بقا کی طرف جانے والے ہیں۔"

دن گزر گئے ابوذرؓ بیمار پڑ گئے اور مرض بڑھتا گیا ایک دن آنکھیں بند کر لیں اور غافل ہو گئے اور جب ہوش آیا تو آنکھیں کھولیں، دیکھا بیوی رو رہی ہیں اور آنسو رخساروں پر بہہ رہے ہیں دریافت کیا:

"کیوں روتی ہو؟"

"کیوں نہ روؤں آپؓ ایسے جنگل میں دم توڑ رہے ہیں جہاں کوئی جنازہ اٹھانے والا بھی نہیں نہ کفن کے لیے کپڑا ہے۔"

"مت رو، خوش ہو جا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ آپؐ نے فرمایا:

"جب کسی مسلمان کے دو بچے مرتے ہیں یا تین اور وہ صبر کرتے ہیں تو آگ ہمیشہ کے لیے بجھ جاتی ہے کیا ہماری اولاد نہیں مری اور کیا ہم نے صبر نہیں کیا؟"

ابوذرؓ خاموش ہو گئے اور انہوں نے رونا شروع کر دیا اور کہا:

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے ایک جماعت سے فرمایا جن میں میں بھی تھا کہ "تم میں سے ایک شخص جنگل میں مرے گا اور اس کے جنازے میں

مسلمانوں کی ایک جماعت شریک ہوگی۔" ان میں سے ہر شخص مر چکا ہے اور ہر ایک کسی گاؤں یا شہر میں مرا۔ لہٰذا میں ہی وہ شخص ہوں جو جنگل میں مر رہا ہوں قسم بخدا میں نے نہ کبھی جھوٹ بولا نہ کبھی میں جھٹلایا گیا۔ تو راستے کی طرف دیکھ۔"

"کیا ہوگا، حاجی لوگ تو جا چکے اور راستہ بند ہوگیا۔"

"دیکھ تو سہی۔"

وہ نکلیں اور آپ کو چھوڑ کر ٹیلے کی طرف چلی گئیں تا کہ آپؓ ناراض نہ ہوں۔ مگر پھر عبادت کے لیے آگئیں۔ آپؓ حکم دیتے کہ جاؤ دیکھو۔ وہ جاتیں اور پھر لوٹ آتیں۔ ایک دفعہ انہیں کچھ سوار کجاوے پر آتے دکھائی دیے جیسے سنگ مرمر کے بت ہوں، انہوں نے اشارہ کیا تو وہ لوگ تیزی سے دوڑے اور اپنے اونٹوں پر کوڑے برسانے لگے جب قریب آئے تو پوچھا:

"خدا کی بندی کیا بات ہے؟"

"ایک مسلمان مر رہا ہے، اسے کفن دے دو؟"

"کون؟"

"ابوذرؓ!"

"صحابیؓ؟"

"ہاں۔"

"اے ابوذرؓ ہمارے ماں باپ آپؓ پر قربان!"

وہ لوگ تیزی سے آئے حتیٰ کہ دروازے میں داخل ہوئے سلام کیا تو ابوذرؓ نے نہایت پست آواز میں کہا:

"اگر میرے پاس کفن کے لیے کپڑا ہوتا یا میری بیوی کے پاس ہوتا تو میں اسی کپڑے سے کفن دیا جاتا، میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں تم میں سے مجھے کوئی ایسا شخص کفن نہ دے جو سردار، چوہدری، قاصد یا نقیب نہ رہا ہو۔"

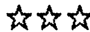
وہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے ان میں سے سب اسی قسم کے لوگ تھے۔ صرف ایک انصاری نوجوان ایسا نہ تھا وہ بولا:

''میں آپ کو کفن دوں گا اس چادر میں، اور دو کپڑے اور میری گٹھڑی میں ہیں جو میری ماں نے بنے تھے۔''

''اچھا کفن دے گا۔''

ابوذرؓ کا سانس اُکھڑ گیا اور دم دے دیا۔ لوگوں نے کفن دیا۔ حضرت ابن مسعودؓ کوفہ سے لوٹ رہے تھے، انہیں آپ کے مرنے کا علم ہوا ادھر آئے نماز پڑھی رونے لگے اور بولے:

''رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا، اے ابوذرؓ تو تنہا چلے گا، تنہا مرے گا اور روزِ حشر میں تنہا ہی اٹھایا جائے گا۔''



اسلام میں اشتراکیت

دور حاضر کے اقتصادی نظام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا اشتراکیت کی طرف بڑھتی جا رہی ہے۔ اب لوگ یہ نہیں دیکھ سکتے کہ دولت چند امیروں کے ہاتھوں میں سمٹ جائے جبکہ لاکھوں آدمی بھوکوں مر رہے ہوں۔

جدید اقتصادی مذاہب:

قبل اس کے ہم اشتراکیت یا اسلامی اشتراکیت سے بحث کریں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہم موجودہ یورپین اقتصادی مذاہب کی تشریح کردیں جب سے کہ سولھویں صدی میں نئی حکومتیں وجود میں آئی ہیں تاکہ ہمیں ان مذاہب میں امتیاز کرنا آسان ہوجائے اور ہم یہ دیکھ سکیں کہ سیاسی مذاہب پر کیا کیا انقلابات آئے اور کن اسباب نے ان پر اثر ڈالا حتیٰ کہ وہ ایک ایسی اشتراکیت تک پہنچ گئے جو بہت ہی گھٹیا ہے جبکہ اسلامی اشتراکیت بہت بلند ہے اور مضبوط بنیادوں پر قائم ہے۔

1: تاجرانہ مذہب:

سولھویں صدی عیسوی میں بڑی بڑی حکومتیں بنیں۔ ہسپانیہ نے امریکہ کا پتا لگایا تو ہسپانیہ میں سونے چاندی کی بہتات ہوگئی اور وہ معراج کمال کو پہنچ گیا، دوسری حکومتوں کو یہ حال دیکھ کر یقین ہوگیا کہ دولت کا منبع یہی دو دھاتیں ہیں لہٰذا ہر حکومت اس کے حاصل کرنے پر تل گئی اور ہر حکومت نے احکامات جاری کردیے کہ سونا چاندی باہر جانے نہ پائے تاکہ ان کی مقدار ملک میں کم نہ ہوجائے اور ہر حکومت ان کے اضافے کی فکر میں لگ گئی اور اس طرز پر اپنی حکومت کو ڈھالنے لگی کہ ایکسپورٹ زیادہ

ہو اور امپورٹ کم ہو تا کہ زیادہ سے زیادہ سونا کھنچ سکے۔ اسی نظام کے مضبوط کرنے کے لیے حکومتوں نے آنے والے مال پر بہت زیادہ ڈیوٹی لگادی، صنعت وحرفت کا اہتمام کیا اور اس کی ترقی کی کوشش کی تاکہ اپنی ضروریات کو خود ہی پورا کر سکے اور اپنی مصنوعات کو دوسرے ممالک میں بھیج سکے۔

یہ حکومتی نظام تاجرانہ ذہنیت پر مبنی ہے کہ حکومت اپنی مصنوعات کی اشاعت چاہتی ہے اور خارجی تجارت کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینا چاہتی ہے، اسی لیے صنعت کو اس نظام میں سب سے پہلا مقام حاصل ہے، یہ اقتصادی مسلک جس کا مطمحِ نظر قوم میں سونے کی افراط ہے تجارتی مسلک کہلاتا ہے۔ یہ مسلک اس دور میں دنیا پر چھایا ہوا ہے اور تمام یورپ اس کی لپیٹ میں ہے۔ گو اس میں بہت سی خرابیاں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ فرد کی آزادی سلب ہوجاتی ہے اور غلہ باہر بھیجنے نہیں دیا جاتا جس کی وجہ سے زراعت کو سخت نقصان پہنچا۔

2: آزادانہ مذہب:

تمام یورپ پر تجارتی مذہب چھایا ہوا تھا کہ والیٹر، روسو اور دوسرے لوگ پیدا ہوئے جو حریت کی دعوت دیتے تھے اور اس کی عظمت کی تبلیغ کرتے تھے۔ ان لوگوں کی تبلیغ سے اقتصادی لوگ متاثر ہوئے اور انگلینڈ میں آدم سمتھ بابائے اقتصادِ سیاسی کھڑا ہوا اور فرانس میں بھی ایک جماعت کھڑی ہوئی جو تجارتی مذہب کے خلاف تھی۔ ان لوگوں نے تجارت کی آزادی کی تلقین کی اور چنگی وغیرہ کے موانع کو دور کرنا چاہا۔ ان کا نعرہ یہ تھا کہ "ہر فرد کو آزادانہ چھوڑ دو وہ خود کوئی اچھا کام کرے گا۔" کیونکہ ایسی صورت میں فرد اپنی مصلحت کے مطابق بہتر کام کرے گا لہٰذا حکومت کو بھی فائدہ پہنچے گا اور مجمع کو بھی۔

حکومتوں نے ان امرا پر کان دھرا، فرد کو آزادی دے دی اور چنگی وغیرہ کے موانع دور کر دیے، یہ آزاد مذہب کہلاتا ہے۔

اس مذہب کا اثر یہ ہوا کہ ایک گروہ تو بہت بڑے دولت والوں کا پیدا ہوگیا اور ایک گروہ فقیروں کا۔ ادھر صنعتی انقلاب اور مشینوں کی ایجاد نے اس میں اور اضافہ

کر دیا جس کی بنا پر رأس المال رکھنے والوں پر خوب روپیہ برسا، ان کی دولت میں اور اضافہ ہو گیا اور مزدور کی مزدوری یا اجرت مزید گھٹ گئی کیونکہ ان کی بجائے مشینیں کام کرنے لگیں لہٰذا فقیروں کے فقر میں اور اضافہ ہو گیا۔

3: اشتراکیت:

بعض لوگوں نے مزدوروں کے طبقے کی طرف دیکھا تو انہیں ان کے زوال سے بہت زیادہ کوفت ہوئی، انہوں نے دیکھا کہ امیر لوگ غریبوں کی بدولت امیر ہوتے جاتے ہیں اور دنیا پر ایک بدبختی چھائی جاتی ہے یہ سب کچھ اس لیے ہوا تھا کہ آزاد مذہب کو رائج کر دیا گیا تھا۔ رأس المال رکھنے والوں اور مزدوروں کے درمیان بھی امر اس قدر فاصلہ کا سبب بنا، اسی مذہب کی بنا پر بعض افراد نے آزادی سے ناجائز فائدہ اٹھایا ور مال کے انبار لگانے پر تل گئے۔ انہیں ان مزدروں کا کچھ بھی خیال نہ تھا جو ان کی دولت کی کان تھے بلکہ وہ مزدوروں پر ظلم کرنے لگے اور کم سے کم مزدوری دینے لگے جسے مزدور ضرورت کے مارے قبول کرنے پر مجبور تھے تاکہ اپنے اور اپنے بچوں سے بھوک کو دور کر سکیں۔ مزدوروں کے حامیوں نے کہا، ''یہ آزاد مذہب کا خمیازہ ہے کہ اجتماعی توازن جاتا رہا اور یہ دولت جس سے امیر طبقہ کھیل رہا ہے صرف انہی کی کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس میں مزدوروں کی کوشش بھی شامل ہے، لہٰذا جو کچھ منافع حاصل ہوتا ہے وہ رأس المال اور مزدور کی کوشش کا نتیجہ ہے لہٰذا سارا نفع رأس المال والے کو ہونا چاہیے کہ وہ اپنی دولت بڑھاتا ہی رہے جبکہ عدل و انصاف کا یہ تقاضا ہے کہ رأس المال مزدوروں اور اہل ثروت کے درمیان مشترک ہو۔'' اس نئے مذہب کو اشتراکیت کہتے ہیں۔

اشتراکیت کا بانی کارل مارکس تھا، اس نے اپنی بہت سی راہیں انیسویں صدی کے ماہرین اقتصادیات سے لی ہیں مگر وہ ایک اجتماعی فلسفہ بھی رکھتا ہے اس نے اپنے اقتصادی مذہب کی بنیاد، سیاسی بنیادوں پر رکھی۔ یہ مذہب تمام اجتماعی انقلابات کا رُخ، طبقاتی جہاد کی طرف موڑ دیتا ہے تاکہ وہ اپنے حالات کی درستی کے لیے کوشش کریں چنانچہ پچھلے زمانوں میں آزاد اور غلاموں کی جنگ ہوئی حتیٰ کہ غلاموں نے

آزادی حاصل کر کے چھوڑی پھر امراء اور عوام کی جنگ شروع ہوئی اور فرانسیسی بغاوت عوام کے کاندھوں پر کھڑی ہوئی حتیٰ کہ اونچا طبقہ ختم ہوگیا اور متوسط طبقہ پیدا ہوگیا جو اچھا خاصا صاحب ثروت تھا۔ یہ طبقہ مزدوروں سے کام لے کر اپنی دولت کو بڑھاتا رہا۔ ان کے مزدوروں کے درمیان جنگ کھڑی ہوگئی اور یہ جنگ اب تک باقی ہے۔

کارل مارکس طبقاتی جنگ سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ یہ جنگ اسی طرح باقی رہے گی جب تک کہ حکومتی نظام اور پیداواری نظام میں اتحاد نہ ہوجائے یعنی ملکیت اشتراکیت سے نہ بدل جائے کیونکہ پیداوار مزدور اور رأس المال کے اتحاد کا نام ہے۔

اشتراکی مذہب کا مطالعہ کرنے والا خود اشتراکیت میں بہت اختلافات دیکھتا ہے کیونکہ ایک جمہوری اشتراکیت ہے ایک وطنی اشتراکیت ہے یعنی ایک نازی ازم اور ایک کمیونزم ہے اور ایک مارکسیت یعنی رأس المال کی اشتراکیت مگر ان سب اختلافات کے باوجود یہ سب تین مواد میں متحد ہیں۔

1۔ موجودہ نظام کی بربادی اور جدید نظام کی تعمیر جو ثروت کو تمام افراد میں عادلانہ طور پر تقسیم کردے۔

2۔ خصوصی ملکیت کا بطلان جیسے رأس المال، زمین اور کارخانے وغیرہ، علاوہ بریں حکومت ان تمام ملکیتوں پر قبضہ کرلے اور ایک ملکیت عامہ قرار دے دے جس کی ادارت مصلحت عامہ کرے۔

3۔ فرد حکومت کے لیے مساویانہ اُجرتوں پر کام کرے اور مزدوروں کی قیمت کے مطابق اجرت دی جائے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ فرد کو اجرت کے سوا کوئی دخل نہ ہوگا۔

4: فاشسیت:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے فاشسیت کے متعلق کچھ روشنی ڈال دی جائے تاکہ فاشسیت اور اشتراکیت میں امتیاز ہوسکے اور تمام اہم اقتصادی مذاہب کو عبور ہوسکے۔

فاشسیت تمام اشتراکی مذاہب میں سب سے قدیم ہے اور ان سے دو باتوں میں ممتاز ہے۔

1: وہ ہر حالت میں ملکیت خاصہ کو ناجائز قرار دیتی ہے، وہ پیداوار اور صرف میں امتیاز نہیں کرتی جس طرح کہ اشتراکیت کرتی ہے بلکہ ملکیت خاصہ کو بالکل لغو قرار دیتی ہے۔

2۔ اس کا تقسیم کے سلسلہ میں ایک مخصوص قاعدہ ہے اور وہ یہ کہ ہر شخص کو اس کی حاجت کے مطابق دیا جائے اور ہر شخص سے اس کی طاقت کے مطابق لیا جائے۔ یعنی ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق کام کرے اور حکومت اس کی ضروریات کا انتظام کرے۔

یہ ہے خلاصہ ان تمام اقتصادی مذاہب کا جو بڑی بڑی حکومتوں کے قیام کے بعد سے آج تک بروئے کار آئے، ان نظریات و مذاہب پر غور کرنے والے دیکھیں گے کہ جانب داری ان کا خاصہ رہی ہے، لہٰذا عدل کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، چنانچہ تجارتی مذہب سراپا ہلاکت ہے اور مختلف قسم کی اشتراکیت اپنے مطالبات میں حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے پھر یہ کہ ہر مذہب والے، خیال یہ کرتے ہیں کہ ان کا مذہب سب سے اچھا ہے اور سعادت و خوشحالی کا ذمہ دار ہے، مگر یہ سب مذاہب کوئی اچھا نتیجہ نہ برآمد کر سکے اور عالم کو برائی کے سوا کچھ نہ دے سکے۔

اشتراکیت اسلامی رکن ہے:

اگر ان تمام مذاہب کے علمبردار ہمارے ساتھ ابتدائے اسلام کی طرف رجوع کریں گے تو دیکھیں گے کہ صدر اسلام میں ایک عادلانہ اشتراکیت تھی جو حریت اور اشتراکیت کی جامع تھی، جو امیر کو موقع نہیں دیتی کہ وہ فقیر کو نگل لے، نہ جاہل کو عالم کے برابر قرار دیتی ہے، نہ کام کرنے والوں کو نکموں کے برابر ٹھہراتی ہے بلکہ وہ ایک محبوب اشتراکیت تھی جو سعادت و خوشحالی کی ذمہ دار تھی۔

یورپین اشتراکیت کا ظہور کوئی پچاس سال سے ہوا ہے اور بعض ماہرین اقتصادیات

کا یہ خیال ہے کہ اشتراکیت کا ظہور بشریت کے ارتقا کی دلیل ہے کیونکہ اس کے ظہور سے دنیا نے یہ سیکھ لیا کہ کس طرح ہر طبقے کو مجتمع کی سعادت کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ یورپین ماہرین اقتصادیات یہ سمجھتے ہیں کہ اشتراکیت کا ظہور، یورپین تفکیر کا مرہونِ منت ہے، اس پر ہمیں کوئی تعجب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ ہمیشہ یہی دعوے کرتے ہیں کہ ہر ترقی یورپ کی مرہونِ منت ہے۔ کیا وہ یہ دعوے نہیں کرتے کہ فرانسیسی بغاوت سے حریت، اخوت اور مساوات پیدا ہوئے؟ کیا وہ اس فرانسیسی بغاوت پر فخر نہیں کرتے جس نے ہزاروں لوگوں کے سر اڑا دیے اور خون کی ندیاں بہادیں؟ وہ یہ نہیں جانتے کہ حریت، اخوت اور مساوات کی بنیاد اسلام نے ڈالی ہے، وہ یہ بالکل بھول جاتے ہیں کہ اسلام ہی نے ان کی بنیاد ڈالی اور پروان چڑھایا حتیٰ کہ تمام پر ان کا دور دورہ ہوگیا۔ اگر وہ لوگ اس امر سے ناآشنا ہیں تو ہم انہیں بتائے دیتے ہیں کہ صدر اسلام میں فرانسیسی بغاوت سے ہزار سال پیشتر کیا ہوا تھا۔

عمرو بن العاصؓ نے مصر میں گھوڑوں کی ریس کرائی، ایک گھوڑا آگے نکل گیا، محمد بن عمرو بن العاص کھڑا ہوا اور اس نے کہا:

"بخدا میرا گھوڑا آگے ہے۔"

جب وہ گھوڑا قریب آیا تو ایک مصری بولا:

"یہ تو بخدا میرا گھوڑا ہے۔"

یہ سن کر محمد بن عمرو بن العاص کھڑا ہوگیا اور مصری کے ایک کوڑا رسید کیا اور کہا:

"جا تو ہی لے جا۔ درآں حالیکہ میں اشراف کا بیٹا ہوں۔"

یہ بات عمرو بن العاصؓ کو پہنچی وہ ڈرے کہ کہیں مصری اس بات کی شکایت عمرؓ بن الخطاب سے نہ کردے لہٰذا انہوں نے اسے قید کردیا مگر وہ شخص قید خانے سے بھاگ نکلا اور عمرؓ بن الخطاب کی خدمت میں جا پہنچا، عمرؓ نے عمرو کو بلایا کہ فوراً اپنے بیٹے کے ساتھ آؤ، جب وہ دونوں امیر المومنین کے سامنے کھڑے ہوئے تو عمرؓ نے اپنا کوڑا مصری کو دیا اور اس سے کہا:

"اشراف کے بیٹے کو اس سے مار۔"

اس شخص نے کوڑا لیا اور مارا پھر عمرؓ نے کہا اب عمرو بن العاصؓ کو مار کیونکہ اس نے اس کی بدولت تجھے مارا تھا۔

مصری بولا: ''امیرالمومنین جس نے مجھے مارا تھا میں اسے پیٹ لیا۔''

حضرت عمرؓ نے کہا: ''بخدا اگر تو اسے مارے گا ہم حائل نہیں ہوں گے الا یہ کہ تو خود ہی گوارا نہ کرے۔'' (یہ بات فرانسیسی بغاوت سے ہزار ہا سال پیشتر ہوئی ہے)

پھر عمرو بن العاصؓ سے کہا:

''تم لوگوں نے انسانوں کو کب سے غلام بنا لیا ہے حالانکہ یہ تو اپنی ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے۔''

اخوت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''مسلمان بھائی بھائی ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ کرایا تھا۔ نیز آپؐ نے فرمایا ہے۔

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے اس بات کو پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے الوداعی خطبہ میں فرمایا تھا:

لوگو! میری بات سنو اور عمل کرو، جان لو کہ ہر مسلم مسلم کا بھائی ہے اور تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں لہٰذا کسی مسلمان کے لیے یہی حلال ہے جو اس کا بھائی بخوشی اسے دے دے۔ دیکھو ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔''

نیز مساوات کے بارے میں فرمایا ہے: ''سب مسلمان برابر ہیں جیسے کنگھی کے دندانے برابر ہوتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''تم میں سب سے شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔''

ایک دفعہ ابوذرؓ اور بلالؓ میں سخت کلامی ہوگئی۔ بلالؓ کی والدہ عجمی عورت تھیں تو ابوذرؓ نے بلالؓ کی والدہ کے بارے میں عار دلائی۔ بلالؓ نے اس امر کی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کی تو آپ ﷺ نے ابوذرؓ سے کہا:

''ابوذرؓ! سر اٹھا دیکھ اور جان لے کہ تو کسی سرخ رنگ والے یا سیاہ رنگ والے

سے افضل نہیں ہے مگر یہ کہ اپنے عمل سے افضل بنے۔"

عمرؓ مکہ چلے جا رہے تھے، دیکھا کہ خادم کھڑے ہوئے ہیں اور آقا کھا رہے ہیں تو آپؓ کو سخت غصہ آیا اور کہا "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ غلاموں پر اپنے آپ کو ترجیح دیتے ہیں۔" پھر خادموں کو بلایا اور انہیں ایک ہی طباق میں آقاؤں کے ساتھ کھانا کھلوایا۔

یہ حریت، اخوت اور مساوات اسلامی کی چند ایک مثالیں ہیں جنہیں میں نہیں سمجھتا کہ وہ حریت و مساوات جو فرانسیسی بغاوت لائی ہے اس سے بڑھ کر ہے۔ کیا ایسی مساوات کہیں ہو سکتی ہے؟ مگر کیا کیا جائے اغراض، باطل کو بھی حق کا جامہ پہنا دیتی ہیں......

ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ اشتراکیت سے صرف پچاس سال سے واقف ہے مگر یہ اسلام کا رکن تھی، اسلام نے زکوٰۃ، صدقات غریبوں کے لیے رکھے کہ مال دار سالانہ فقیروں کو اپنے مال سے دیتے رہیں اور بیت المال جمع کرتا رہے حتیٰ کہ اونٹ، بکری، مال و اسباب سب پر زکوٰۃ ہے اور صدقہ فطر بھی غریبوں کا حق ہے۔

اسلامی اور موجودہ اشتراکیت میں فرق:

اسلامی اشتراکیت، ملکیت کو باطل نہیں ٹھہراتی، نہ تمام لوگوں کو مساوی اجرت پر حکومت کے لیے کام کرنے کو کہتی ہے جیسا کہ موجودہ اشتراکیت کہتی ہے بلکہ اسلامی اشتراکیت طبقاتی فرق کو مٹاتی ہے بغیر اس کے کہ لوگوں سے ان کی املاک چھینے کیونکہ اسلام جانتا ہے کہ مطلق مساوات، فطرت کے خلاف ہے اس لیے کہ عالم و جاہل اور چست و چالاک اور سست انسان کو کیسے برابر کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہم نے بعض کو بعض پر درجات دیے ہیں۔"

کیونکہ مختلف طبقوں ہی سے کائنات کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"کیا عالم و جاہل برابر ہیں؟"

قرآن نے اس امر کی بھی تصریح کر دی ہے کہ "ہر انسان بقدر اپنی کوشش کے پھل

پاتا ہے۔“

اسلام نے ہر انسان کے لیے اس کا رأس المال چھوڑ دیا ہے اور اسے تصرف کی پوری آزادی دی ہے کیونکہ اسلام جانتا ہے کہ عمل پر انسان کا رأس المال ہے اور وہی ہر فرد کی سعادت کا سبب ہے اگر ہر فرد کو یقین ہوگا کہ اس کی کوشش کا ثمرہ اسی کو پہنچے گا تو وہ یقیناً زیادہ سے زیادہ کوشش کرے گا مگر جب اسے یہ یقین ہو کہ وہ بوئے گا اور فائدہ دوسرے اٹھائیں گے، وہ کوشش کرے گا اور نفع میں دوسرے شریک ہو جائیں گے تو اس کی ہمت پست ہوجائے گی اور اپنی قابلیتوں سے فائدہ نہیں اٹھائے گا جبکہ وہ صرف بقدر ضرورت ہی اس سے فائدہ اٹھا سکے گا۔

اسلام چونکہ یہ سب کچھ جانتا تھا لہٰذا بربادکن اشتراکیت نہیں لایا بلکہ ایک معتدل اشتراکیت لایا جو انسانوں میں مطلق مساوات کی قائل نہیں جس کا نتیجہ سستی اور کمزوری ہے اور جو ایک دوسرے کی فضیلت کو صفحہ وجود سے مٹا کر رکھ دیتی ہے، نہ اس نے فرد کو مطلق حریت عطا کی ہے کہ ایک طبقے میں مال سمٹ کر رہ جائے اور فقیروں کو نہ پہنچ سکے بلکہ مالک کے لیے حق ملکیت چھوڑا ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا، علاوہ ازیں زکوٰۃ اس کے ذمہ ہے۔

اسلامی اشتراکیت ہزار سال پیشتر کی ہے جو نئے مذاہب کی جامع اور آزاد مذہب اور جدید اشتراکیت کی خصوصیات سے متصف ہے لہٰذا ایک معتدل اشتراکیت پیدا ہوگئی جس میں نہ جانب داری ہے نہ گراں باری ہے۔

اسلام نے اسی پر بس نہیں کی کہ امیر کے مال میں غریب کا حق رکھا بلکہ دینے والوں کو راہ خدا میں دینے کی تلقین کی اور ان لوگوں کو ڈرایا جو مال جمع کرتے ہیں تاکہ امیر غریب میں کم فرق رہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”نہیں پاسکو گے نیکی کو حتیٰ کو جو کچھ پسند کرتے ہو اسے خرچ نہ کرو۔“

مال جمع کرنے والے کے لیے فرمایا:

”جو لوگ مال جمع کرتے ہیں سونا، چاندی اور راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے انہیں تکلیف دہ عذاب کی خوش خبری سنا دو۔ جس دن اس سونے چاندی کو آگ میں تپایا

جائے گا پھر ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغ دیا جائے گا، یہ ہے جو تم ن اپنے لیے جمع کیا تھا، اب چکھو جو تم نے جمع کیا تھا۔"

داد و دہش کی ترغیب فرماتے ہیں:

"جس نے دیا پرہیزگاری برتی اور نیکی کی تصدیق کی، اسے ہم آسانی کی توفیق دیں گے اور جس نے بخل کیا بے پرواہ بنا رہا اور نیکی کو جھٹلایا اسے سختی میں پہنچائیں گے۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ہر دن صبح صبح دو فرشتے اترتے ہیں۔ ایک کہتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور دے جبکہ دوسرا کہتا ہے اے اللہ بخیل کا مال تلف کر دے۔"

رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ تمام مسلمانوں کو صدقہ کا عادی بنائیں، فرمایا:

"ہر مسلمان پر صدقہ واجب ہے۔"

صحابہؓ نے عرض کی: "اے نبی خدا ﷺ! اور جس کے پاس کچھ نہ ہو؟"

فرمایا: "وہ اپنے ہاتھوں سے کام کرے، اپنے نفس کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ دے۔"

لوگوں نے دریافت کیا: "اور اگر یہ بھی نہ کر سکے؟"

فرمایا: "صاحب حاجت کی مدد کرے۔"

لوگوں نے کہا: "اگر یہ بھی نہ کر سکے؟"

فرمایا: "نیک کام کرے، شر سے بچے تو یہ بھی صدقہ ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کے دور میں مال کی تقسیم:

فتح مکہ کے بعد جب رسول اللہ ﷺ مدینہ کی طرف لوٹے اور آپ ﷺ کی حکومت استوار ہو گئی تو آپؐ نے عشر وصول کرنے والے ان قبائل کی طرف بھیجے جو اسلام لے آئے تھے۔ قبائل نے انہیں مرحبا کہا، جب یہ لوگ مال وصول کر کے مدینہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے وہ سارا مال مساویانہ طور پر تقسیم فرما دیا۔ رسول اللہ ﷺ جزیہ کا

روپیہ اور زرصلح بھی تمام مسلمانوں پر تقسیم فرما دیتے تھے البتہ پانچواں حصہ آپ ﷺ لے لیتے تھے جسے آپ ﷺ اپنے اقارب، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ اس طرح ان لوگوں کو اور ایک حصہ مل جاتا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

"مجھے سوائے خمس کے کچھ نہیں ملتا۔ وہ بھی تم ہی لوگوں کو پہنچ جاتا ہے۔"

بے شک رسول اللہ ﷺ اسلام کے پیغمبر اور اشتراکیوں کے امام تھے۔ آپؐ کے عہد میں مدینہ کی طرف مال کی ریل پیل تھی چونکہ آپ ﷺ وہ تمام مال سب پر مساویانہ تقسیم کر دیتے تھے لہٰذا مسلم سب کے سب خوشحال ہو گئے تھے غریب لوگ امیروں سے محبت کرتے تھے اور امیر غریبوں پر خرچ کرتے تھے اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں وہ اللہ کے ہاں جمع ہوتا ہے اور آخرت میں انہیں اس پر اجر ملے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ (ترجمہ)

"اگر تم اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو وہ اسے تمہارے لیے دو چند اور سہ چند کر دے گا۔"

قانون وراثت:

جن باتوں میں تمام اقتصادی مذاہب ناکام رہے، اسلامی اشتراکیت وہاں کامیاب رہی کہ امیر لوگ غریبوں سے اور غریب امیروں سے محبت کرتے تھے پھر یہ کہ اسلام نے اجتماعی امتیازات مٹا دیے مگر اس طرح کہ ایک فریق دوسرے فریق کے خلاف نہ ہو یا یہ کہ ایک فریق کی مصالح کو دوسرے فریق کے لیے قربان نہیں کیا گیا۔ اس توازن کو جہاں بہت سی چیزوں نے باقی رکھا ہے ان میں سے ایک قانون وراثت بھی ہے کہ مرنے والے کی ساری اولاد اس کی وارث ہوتی ہے لہٰذا اس طرح دولت زیادہ سے زیادہ حد تک بٹ جاتی ہے، بخلاف انگریزی قانون کے کہ صرف بڑا بیٹا وارث ہوتا ہے اور اسی اکیلے کے ہاتھ میں ساری دولت چلی جاتی ہے جس کی وجہ سے حقیقی بھائیوں میں عداوت پیدا ہو جاتی ہے اور طبقات کے درمیان توازن

نہیں رہتا۔

اسلامی اشتراکیت سے بچاؤ:

جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا اور ابوبکرؓ خلیفہ رسول ﷺ بنے تو بعض لوگوں نے یہ کوشش کی یہ اسلامی اشتراکیت سے رہائی حاصل کر لیں لہٰذا انہوں نے زکوٰۃ کے دینے سے انکار کر دیا اور دلیل میں یہ آیت پیش کی:

"اے نبی ﷺ! لے لو ان سے صدقہ جو انہیں پاک کرے اور صاف کر دے اور ان کے لیے دعا مانگو کیونکہ آپ ﷺ کی دعا ان کے لیے باعث سکون ہے۔"

انہوں نے کہا: ہم تو زکوٰۃ اسی شخصیت کو دیں گے جس کی دعا ہمارے لیے باعث سکون تھی (یعنی رسول اللہ ﷺ کی ذات)۔ اور بعض نے یہ شعر پڑھا۔

اطعنا رسول اللہ اذکان بیننا   فواعجبا ما بال دین ابی بکر

"ہم نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی جب تک وہ زندہ رہے، تعجب ہے ابوبکرؓ کی اطاعت کے کیا معنی؟"

جن لوگوں نے اسلامی اشتراکیت سے آزاد ہونا چاہا کہ زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، ابوبکرؓ نے انہیں دین سے پھر جانے والوں میں شمار کیا کیونکہ وہ زکوٰۃ کو روکنے سے اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن کو گراتے ہیں لہٰذا آپؓ نے ان سے جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا حضرت عمرؓ نے فرمایا:

آپ کیسے ان لوگوں سے جنگ کر سکتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اس وقت تک لوگوں سے لڑوں جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہہ دیں، جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا اس کا مال اور اس کی جان دونوں محفوظ ہو گئے مگر یہ کہ اس کا حق وحساب اللہ پر ہے۔"

حضرت عمرؓ نے آپؓ کو نصیحت کی کہ ایسا کیوں کریں، انہیں اسی حالت پر چھوڑ دیں ان کی تالیف قلب کریں حتیٰ کہ ایمان ان کے دل میں مرکوز ہو جائے پھر وہ خود زکوٰۃ دینے لگیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا:

"جاہلیت میں تو تو بڑا ہی جبار تھا اور اب سست پڑ گیا ہے، وحی ختم ہو گئی، دین کی تکمیل ہو گئی، کیا دین کو میرے جیتے جی زک پہنچایا جائے گا؟ قسم بخدا میں تو ضرور اس شخص سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتا ہے کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے قسم بخدا اگر وہ ایک بکری کی ادائیگی سے بھی انکار کریں گے جو وہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں دیتے تھے تو میں اس پر بھی ان سے جنگ کروں گا۔"

جو لوگ اسلامی اشتراکیت سے نکل جانا چاہتے تھے ابوبکرؓ نے ان کے خلاف جنگ کی اور فتح پائی، زکوٰۃ لے کر چھوڑی اس طرح مرتدوں کی اس جنگ سے اشتراکیت اسلامیہ اور قوی ہو گئی۔

عہد عمرؓ میں اشتراکیت:

بیت المال میں جو روپیہ آتا گیا سیدنا ابوبکرؓ اسے سب مسلمانوں میں برابر تقسیم کرتے رہے جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تقسیم ہوتا تھا مگر جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے دیکھا کہ سب کو برابر برابر حصہ دینا ان لوگوں پر ظلم ہے جو پہلے اسلام لائے اور جنہوں نے جہاد کئے لہٰذا آپؓ اپنی جدید مالی سیاست بیان کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

"قسم بخدا اس مال کے سب برابر کے مستحق ہیں، کسی کو کسی پر زیادہ فوقیت نہیں ہے نہ میں کسی سے زیادہ مستحق ہوں واللہ ہر مسلمان کا اس میں حق ہے مگر یہ کہ وہ غلام ہو اور یہ بات بھی تو ہے کہ کتاب اللہ میں ہمارا بڑا رتبہ ہے، ہم رسول اللہ ﷺ کے حصہ دار رہے، اسلام کی راہ میں تکالیف اٹھائیں، کچھ لوگ قدیم الاسلام ہیں، کچھ لوگوں نے سخت مصائب دین اسلام کی خاطر برداشت کئے۔ بخدا اگر یہی تقسیم باقی رہی تو صفا پہاڑ پر اونٹ چرانے والا چرواہا بھی آئے گا اور وہ بھی سب کے برابر حصہ لے جائے گا۔"

دفتر مال کا قیام:

حضرت عمرؓ نے اپنے اس خطبہ میں اپنی مالی سیاست کی تشریح کی۔ آپؓ کے دور میں شمالی فتوحات سے بے شمار مال مدینہ کی طرف آنے لگا، کوئی خزانہ نہ تھا کہ جہاں محفوظ کیا جاتا۔ لہٰذا مسجد میں رکھ دیا جاتا اور نگہبان مقرر کر دیے جاتے۔ ابوہریرہؓ بحرین سے مال لائے تو عمرؓ نے پوچھا کتنا لائے ہو؟ کہا پانچ لاکھ درہم۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا پتا بھی ہے کیا کہہ رہے ہو؟ ابوہریرہؓ بولے کیوں نہیں ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ اور ایک لاکھ، حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا کیا پاکیزہ مال ہے؟ ابوہریرہؓ نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ حضرت عمرؓ منبر پر چڑھے، اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا لوگو! ہمارے پاس بہت سا مال آیا ہے، اگر چاہتے ہو کہ ماپ کر دے دیں اور چاہتے ہو تو شمار کر کے دے دیں تو وہ مسلمان جو ایران وروم ہو آئے تھے بولے کہ ایک دفتر مال قائم کرنا چاہیے یعنی دفتر میں ہر شخص کا نام اور اس کے آگے اس کا وظیفہ لکھا جائے۔ لہٰذا آپؓ نے حکم دیا کہ دفتر بنایا جائے، اس طرح تمام قبائل کی ایک فہرست تیار ہوگئی اور رجسٹر صندوقوں میں بند کر دیئے گئے۔ ابتدا رسول اللہ ﷺ کے اہل قرابت سے کی گئی۔ پھر اہل بدر، پھر اہل حدیبیہ اور بیعت رضوان والے، پھر اہل قادسیہ ویرموک وغیرہ۔ آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کی بیویوں اور آپؐ کے چچا عباسؓ کو بھاری وظائف دیے یعنی دس ہزار درہم۔ البتہ عائشہؓ صدیقہ کو بارہ ہزار کیونکہ رسول اللہ ﷺ ان سے محبت کرتے تھے اور ان کے والد کا بڑا رتبہ تھا۔ حسنؓ وحسینؓ اور اہل بدر کے لئے پانچ پانچ ہزار، چار چار ہزار ان لوگوں کے لیے جن کا اسلام اہل بدر کی طرح مضبوط تھا مگر وہ کسی وجہ سے شریک جنگ نہ ہو سکے تھے۔ تین ہزار، عبداللہ بن عمرؓ اور بعض مہاجرین وانصار کے فرزندوں کو، اہل مکہ کو آٹھ آٹھ سو درہم اور بقیہ تمام مسلمانوں کے لیے تین سو، چار سو درہم، مہاجرین اور انصار کی عورتوں کے لئے دو سو، تین سو، چار سو اور چھ سو درہم، سپہ سالاران لشکر کو حسب مراتب سات ہزار، آٹھ ہزار، اور نو ہزار درہم۔ یہ نظام تمام شہروں کے اندر آپؓ نے جاری کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد ایک طویل خطبہ دیا جس میں مالیات کو بھی لیا، فرمایا: ''میرے ذمہ یہ بات ہے کہ میں تمہارے خراج اور مال غنیمت سے کچھ بھی نہ لوں اور تمہارے اوپر لازم ہے کہ جو کچھ میرے پاس آجائے وہ ناحق نہ جائے، میں انشاء اللہ اس بات کا ذمہ دار ہوں کہ تمہارے عطیات و وظائف میں اضافہ کروں گا، تمہاری سرحدوں کی حفاظت کروں گا، تمہیں ہلاکت میں نہیں ڈالوں گا اور تمہیں قتل وقتال میں نہیں جھونک دوں گا اور جہاں کہیں بھی تم جنگ پر جاؤ گے تو میں تمہارے اہل وعیال کا ذمہ دار ہوں گا حتیٰ کہ تم لوٹ آؤ۔

تقسیم اراضی:

اسلامی اشتراکیت عہد عمرؓ میں زوروں پر رہی، آپؓ آنے والے مال سے ہر ایک کو حصہ دیتے تھے، جب عراق فتح ہوا تو عبدالرحمانؓ بن عوف نے کہا یہ ساری زمین مسلمانوں میں تقسیم کر دیجئے تو علیؓ ابن ابی طالب، طلحہؓ اور دوسروں نے مخالفت کی، حضرت عمرؓ اراضی کی تقسیم پر راضی نہ تھے، حضرت عمرؓ اور تقسیم خواہوں میں خوب ردو کد ہوئی۔ جو لوگ تقسیم کے حق میں تھے وہ کہنے لگے کہ عمرؓ ہم پر ظلم کرتے ہیں۔ آپؓ نے پانچ اوس کے اور پانچ خزرج کے بڑے آدمی جمع کئے اور فرمایا:

میں نے آپ لوگوں کو اس لیے تکلیف دی ہے کہ جو امانت میں نے اٹھائی ہے اس کے اٹھانے میں آپ لوگ میرا کچھ ہاتھ بٹائیں، میں بھی آپ جیسا ہوں، آپ لوگ حق پر قائم رہیں۔ مگر کچھ لوگوں نے میری موافقت کی ہے اور کچھ نے مخالفت، میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ لوگ میری خواہشات کے مطابق چلیں، آپ لوگوں کے ہاتھوں میں اللہ کی کتاب ہے جو حق کی تعلیم دیتی ہے بخدا میں اگر کچھ کہتا ہوں تو میں حق ہی سمجھ کر کہتا ہوں۔

تم نے ان لوگوں کی گفتگو سنی جو مجھے ظالم کہتے ہیں۔ پناہ بخدا جو میں ظلم کروں۔ اگر میں نے ان پر کوئی ظلم کیا ہے کہ ان کا حق چھین کر کسی کو دے دیا تو مجھ سے زیادہ بدبخت کون؟ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ سرزمین کسریٰ کے بعد اب کون سا علاقہ فتح کرنا

رہ گیا ہے؟ اللہ نے ہمیں ان کا مال، زمین اور غلام دیے وہ سب میں نے مستحقین کو دے دیے اور خمس وصول کر لیا، وہ بھی صحیح مقام پر خرچ کر دیا اب میں چاہتا ہوں کہ زمین غلاموں کے سپرد کر دوں اور ان پر خراج لگا دوں اور ان کی ذاتوں پر جزیہ مقرر کر دوں، یہ آسانی ہمیشہ کے لیے تمام مسلمانوں کو پہنچتی رہے گی تمہارا کیا خیال ہے؟ یہ سرحدیں کیسے محفوظ رہیں گی جب تک کہ وہاں کے لوگوں پر انعام واکرام کی بارشیں نہ کی جائیں گی اور یہ روپیہ کہاں سے آئے گا اگر غلام اور زمینیں تقسیم کر دی جائیں گی"۔

سب نے آپؓ کی بات مان لی اور عثمانؓ بن حنیف زمینوں کی پیمائش پر تعینات کر دیے گئے۔ ان زمینوں کا خراج خوب بھر بھر کے مدینہ آیا اور تمام مسلمانوں پر تقسیم کر دیا گیا۔ ایک سال کوفہ کا خراج دس لاکھ درہم تک پہنچ گیا تھا جو سب کا سب مسلمانوں پر تقسیم کر دیا گیا۔ کیا اگر حضرت عمرؓ تقسیم کرانے والوں کی بات مان جاتے تو یہ مال مسلمانوں پر خرچ نہ ہوتا؟ اور اتنی رقم کہاں سے آتی رہتی؟

حکومت اسلامیہ کا میزانیہ:

جتنے بھی اموال مسلمانوں کو حاصل ہوتے تھے، وہ سب بیت المال میں داخل کر دیے جاتے تھے ہر قسم کے اخراجات بھی بیت المال برداشت کرتا تھا گویا بیت المال موجودہ دور میں وزارتِ مال کے قائم مقام ہوتا، بیت المال کے ذرائع آمدنی مندرجہ ذیل ہیں۔

خراج، جزیہ، زکوٰۃ، زرِ صلح، مالِ غنیمت اور عشر۔

اب ہم ہر ایک کے بارے میں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

1: خراج:

مال کی اس معین مقدار کا نام ہے جو سر زمین صلح سے مشرکین سے حاصل ہو یا جس سرزمین کو مسلمانوں نے بزورِ شمشیر فتح کیا ہو یا اس سرزمین میں سے وصول ہو جو بغیر قتل وقتال کے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی مگر بعض زمینیں ایسی بھی تھیں جن سے خراج نہیں لیا جاتا تھا بلکہ ان کے مالک پیداوار کا دسواں حصہ دیتے تھے ان زمینوں کو

عشری زمینیں کہتے تھے، وہ زمینیں بھی خراج سے مستثنیٰ تھیں جہاں کے باشندے مسلمان ہو گئے ہوں اور وہ صلح پر قائم رہے ہوں ایسے لوگوں سے خراج نہیں لیا جاتا تھا بلکہ عشر لیا جاتا تھا۔

کتاب الاحکام السلطانیہ میں ماوردی لکھتا ہے کہ تمام زمینوں کی چار قسمیں ہیں:

1۔ جنہیں مسلمانوں نے زندہ کیا ہو ان پر عشر ہے خراج نہیں۔

2۔ جہاں کے باشندے مسلمان ہو گئے ہوں، امام شافعیؒ کے نزدیک وہ عشری زمین ہے خراجی زمین نہیں۔

3۔ وہ سرزمین جو بزور شمشیر فتح کی گئی ہو امام شافعی کے نزدیک وہ فاتحین کا حصہ ہے وہی اس کے مالک ہوں گے مگر عشر ادا کریں گے لہٰذا یہ عشری زمین ہوگی خراجی نہیں۔

4۔ جس سرزمین پر مشرکین نے صلح کر لی ہو اس پر خراج مقرر کیا جائے گا۔ خراج مال یا غلہ کی مقدار کا نام تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اہل خیبر سے نصف پیداوار پر صلح کی تھی خواہ کم ہو یا زیادہ۔ حضرت عمرؓ ہر اس زراعتی ایکڑ سے جس میں گیہوں کی پیداوار ہو چودہ درہم لیا کرتے تھے۔

خلفاءؓ خراج کے وصول کرنے کے لیے گورنر مقرر کیا کرتے تھے۔ اس رقم سے وہ لشکریوں کے وظائف ادا کیا کرتے تھے اور جس ملک سے خراج وصول کیا جاتا اس کے مصالح عامہ پر خرچ کرتے۔ باقی رقم بیت المال میں بھیج دیتے تھے تاکہ اپنے مد میں صرف ہو۔

حضرت عمرؓ نے گورنروں کو بالکل مطلق العنان نہیں چھوڑ دیا تھا اور نہ انہیں خرچ کرنے کا پورا اختیار دے دیا تھا بلکہ ان کے لیے ایک راہ مقرر ہوتی تھی۔ آپؓ کا حکم تھا کہ تمام مسلمانوں پر عطیات تقسیم کئے جائیں خواہ وہ جزیرہ عرب کے ہوں یا اسلام لے آئے ہوں، تمام حساب کتاب باقاعدہ لکھا جاتا تھا۔ جب آپؓ کسی کو گورنر بناتے تو اس کی تمام ملکیت کی فہرست لے لیتے، اگر ان کی ملکیت بڑھ جاتی تو اسے ضبط کر لیتے۔ چنانچہ جب آپؓ نے سعدؓ بن ابی وقاص کو کوفہ کا گورنر بنایا تو کچھ عرصہ گزرنے

کے بعد ان کا آدھا مال ضبط کرلیا اور عمرو بن العاصؓ کو مصر کی گورنری کے بعد لکھا:

''آپ کے پاس مال و متاع غلام، برتن، حیوانات بہت زیادہ ہو گئے ہیں، جو مصر کا گورنر بننے سے پہلے نہ تھے۔''

عمرو بن العاصؓ نے جواب دیا: ''ہماری سرزمین بہت زرخیز ہے اور تجارت گاہ ہے لہٰذا ہمیں اپنے اخراجات سے زیادہ آمدنی ہوتی ہے۔''

حضرت عمرؓ نے پھر لکھا: ''مجھے بعض برے گورنروں سے سابقہ پڑا ہے جس کی وجہ سے مجھے آپ سے بدظنی ہو گئی ہے، میں محمد بن مسلمہ کو بھیج رہا ہوں، اسے اپنا آدھا مال دے دو، اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور جو کچھ وہ مانگے دے دینا اگر سختی کرے تو معاف کر دینا۔''

محمد بن مسلمہ گئے اور آدھا مال لے لیا۔

بسا اوقات آپؓ نے سارا مال ہی ضبط کرلیا اور بیت المال میں داخل کر دیا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا جبکہ انہیں بحرین کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ یہ واقعہ ابوذرؓ کے سوانح میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔

مختلف شہروں کے خراج سے لشکریوں کو وظائف دیے جاتے اور ان کے تمام اخراجات برداشت کئے جاتے، مصر کا خراج مصر میں صرف کیا جاتا، شام کا شام میں اور کوفہ کا کوفہ میں۔ علیٰ ہذا القیاس پھر جو کچھ بچ رہتا وہ بیت المال میں داخل کر دیا جاتا۔

2: جزیہ:

یہ وہ ٹیکس تھا جو افراد پر مقرر ہوتا تھا۔ اگر کوئی داخل اسلام ہوجاتا تو معاف کردیا جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ (ترجمہ)

''حتیٰ کہ وہ دیں جزیہ اپنے ہاتھوں سے درآں حالیکہ وہ ذلیل ہوں۔''

جزیہ ذمیوں پر فرض کیا گیا اس میں ان پر کوئی زیادتی نہ تھی کیونکہ مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض تھی اسی لیے دونوں فریق مزے میں ایک ہی حکومت کے ماتحت رہتے تھے ماوردی اپنی کتاب الاحکام السلطانیہ میں لکھتا ہے:

"جزیہ جزا سے مشتق ہے، حکام پر فرض ہے کہ وہ اہل کتاب ذمیوں پر جزیہ مقرر کریں تا کہ وہ آرام سے دارالاسلام میں رہیں، اس کے عوض مسلمانوں پر دو فرض عائد ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ ان پر ہاتھ نہ اٹھائیں دوسرے یہ ان کی حفاظت کریں تا کہ وہ بے خوف اور محفوظ رہیں۔"

ذمیوں سے مندرجہ ذیل رقومات لی جاتی تھیں، اس سلسلہ میں بھی ہر ایک کی پوری پوری رعایت کی جاتی تھی۔

1۔ امیروں سے پینتالیس درہم لیے جاتے تھے۔

2۔ متوسط الحال لوگوں سے چوبیس درہم

3۔ جو غریب لوگ کماتے تھے ان سے بارہ درہم

4۔ کسی ایسے شخص سے جو زکوٰۃ خیرات لیتا تھا ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا نہ معذور سے نہ اندھے، کوڑھی اور مجنون وغیرہ سے۔ جزیہ صرف عقل مند آزاد لوگوں سے لیا جاتا تھا، عورت بچے سے نہیں لیا جاتا تھا۔

اس سے واضح ہو گیا ہو گا کہ خراج زمین پر لگتا تھا اور جزیہ افراد پر مگر جزیہ اسلام میں داخل ہو جانے سے ختم ہو جاتا تھا۔

3: زکوٰۃ:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض کی تا کہ فقیروں کو دی جائے چنانچہ فرماتے ہیں:

"اے نبیؐ لے لیجئے ان سے صدقہ جو انہیں پاک کر دے اور زکوٰۃ جو پاکیزہ کر دے۔"

زکوٰۃ سونے چاندی پر فرض ہے لہٰذا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اڑھائی فیصد نصاب زکوٰۃ سے زیادہ ملکیت پر ادا کرے یعنی سات تولہ سونا اور ساڑھے باون تولہ چاندی پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اونٹوں پر بھی زکوٰۃ ہے۔ سامان تجارت پر بھی، کھیتی اور پھلوں پر بھی جس کے لیے کچھ شرائط ہیں۔ یہاں ان کی تفصیل کی گنجائش نہیں۔

4: زر صلح:

زرِ صلح وہ رقم ہے جو مسلمانوں کو مشرکین سے بغیر جنگ کئے وصول ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی تقسیم اس طرح فرمائی ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ (الحشر۔ 7)

"اللہ نے جو کچھ اپنے رسول ﷺ کو اہل قریہ سے دلایا وہ اللہ کے لیے، رسول ﷺ کے لیے، قرابت والوں کے لیے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔"

رسول اللہ ﷺ اس کا پانچواں حصہ لے کر قرابت داروں، اہلِ بیت اور مسلمانوں پر خرچ کر دیتے تھے اور باقی لشکر کو دے دیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے دفتر مال کھول دیا اور ہر ایک کا حصہ مقرر کر دیا۔

5: غنیمت:

غزوہ بدر کے اختتام پر مسلمان دریافت کرنے لگے کہ مال غنیمت کس کا حق ہے؟

اکٹھا کرنے والوں نے کہا: "یہ ہمارا حق ہے۔"

لڑنے والوں نے کہا: "یہ ہمارا حق ہے اگر ہم مدافعت نہ کرتے تو تمہیں کیسے ملتا؟"

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے انہوں نے کہا: "ہم زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ہم رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے رہے ورنہ چاہتے تو جنگ میں شریک ہو جاتے یا مال جمع کرنے میں لگ جاتے مگر ہم رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی وجہ سے باز رہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس کے پاس جو کچھ ہے وہ جمع کرا دے۔ جب فیصلہ ہوگا تو دیکھا جائے گا یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم نازل ہو۔"

تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترجمہ)

"جانو کہ جو کچھ تمہیں مال غنیمت ملا ہے اس میں اللہ کا پانچواں حصہ ہے۔"

امام شافعیؒ مال غنیمت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"جو کچھ مال غنیمت ہاتھ آئے خواہ مال ومتاع ہو یا زمین وغیرہ سب مسلمانوں پر تقسیم کر دیا جائے، البتہ بالغ قیدیوں کے بارے میں امام کو اختیار ہے وہ چاہے تو فدیہ لے لے چاہے قتل کر دے چاہے قید کر دے۔

6: عشر:

صبح الاعشیٰ میں ہے کہ کافر جو سامان تجارت دارالحرب سے دارالاسلام میں لاتے ہیں اس پر عشر لیا جائے بشرطیکہ ان سے اس قسم کا معاہدہ ہو جائے۔ یہ ٹیکس تاجروں سے اسی وقت لیا جاتا تھا جبکہ وہ مال کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرتے تھے جیسا کہ آج کل چنگی لی جاتی ہے۔

مصارف:

1۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لشکریوں کے وظائف غیر محدود تھے۔ وہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ نکال کر سارا مال لے لیتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو آپؓ نے دفتر مال کھولا اور ہر ایک کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

2۔ زکوٰۃ فقیروں، مسکینوں، زکوٰۃ وصول کرنے والوں، مؤلفتہ القلوب، قرضداروں، راہ خدا اور مسافروں پر صرف کی جاتی تھی جیسا کہ کلام پاک میں آیا ہے۔ زر صلح کا مصرف ہم پیچھے بتا چکے ہیں۔

3۔ مال غنیمت لشکریوں کو خمس نکالنے کے بعد دے دیا جاتا تھا سوار کو دو حصے اور پیادہ کو ایک حصہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "مال غنیمت کا خمس اللہ کا ہے اور رسول، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔"

4۔ ہر مسلمان بچے کو بیت المال سے ایک وظیفہ ملتا تھا جس کی ہم ابھی تفصیل بیان کریں گے۔

5۔ بیت المال، نہروں کی کھدائی، قید خانوں، ذمی مریضوں، مشرکین قیدیوں کے کھانے پینے، پہننے اور کفن دفن پر خرچ کرتا تھا۔

6۔جنگی اخراجات بیت المال ادا کرتا تھا۔

7۔ادباء، علماء، مدرسین کو بیت المال وظائف دیتا تھا۔

یہ ایک مختصر سی صورت، حکومت اسلامیہ کے میزانیہ کی ہے جو بیسویں صدی کی حکومتوں کے میزانیہ سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔

معمر، بچے، مریض اور بے کار:

حضرت عمرؓ نے ایک اندھے بڈھے کو ایک دروازے پر مانگتے ہوئے دیکھا۔ معلوم ہوا کہ یہودی ہے۔ آپؓ نے دریافت فرمایا:

"کیوں مانگتے پھرتے ہو؟"

"جزیہ، ضرورت اور عمرؓ سے پوچھئے۔"

حضرت عمرؓ نے اس کا ہاتھ پکڑا گھر لے گئے اور حسب ضرورت اسی وقت دیا اور خزانچی کو لکھا۔

"اس جیسے اشخاص کو دیکھو قسم بخدا یہ انصاف نہیں ہے کہ ہم نے اس کی جوانی سے تو فائدہ اٹھایا اور بڑھاپے میں اسے ٹھکرا دیا۔ صدقات فقراء اور مساکین کے لیے ہیں اور یہ شخص اہل کتاب کے مسکینوں سے ہے۔"

بعدازاں حضرت عمرؓ نے اس کو اور اس جیسے دیگر اشخاص کو جزیہ معاف کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے یہ نہ چاہا کہ جوانی میں تو اس کی کمائی کھائیں اور بڑھاپے میں اسے رسوا کر دیں حالانکہ آپؓ جانتے تھے کہ وہ یہودی ہے اور آپؓ کا ہم مسلک نہیں ہے تو آپؓ نے معمر مسلمانوں کے لیے کیوں نہ انتظام کیا ہوگا۔ بلا شک آپؓ نے ان کے لیے ضرور وظائف جاری کئے ہوں گے۔

حضرت عمرؓ نے صرف معمر لوگوں کے لیے ہی کام نہیں کیا بلکہ ہر بچے کے لیے بھی سو درہم مقرر کئے۔ وجہ یہ تھی کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو اس کی ماں سے کہا:

"اللہ سے ڈرو اور اپنے بچے کے ساتھ احسان کرو۔"

پھر لوٹے تو پھر بچے کے رونے کی آواز سنی۔ آپؓ نے پھر اس کی ماں سے وہی

کلمات کہے۔ پھر وہاں سے چلے آئے۔ جب آخر رات ہوئی تو پھر اس کے رونے کی آواز سنی۔ آپؓ اس بچے کی ماں کے پاس گئے اور کہا:

''تجھ پر افسوس ہے، تو بری ماں ہے...... کیا بات ہے کہ تیرے بچے کو ساری رات بے قراری رہی؟''

''اے بندۂ خدا! میں اس سے تنگ آ گئی ہوں کھانا دینا چاہتی ہوں مگر یہ کھاتا نہیں۔''

''کیوں؟ کھانا کیوں دینا چاہتی ہے؟''

''کیونکہ عمرؓ دودھ چھڑانے پر ہی وظیفہ دیتا ہے۔''

''اس کی کتنی عمر ہے؟''

''چند ماہ۔''

''افسوس، اتنی جلدی نہ کرو۔''

پھر صبح کی نماز پڑھی، سلام پھیرا اور کہا: ''عمرؓ پر افسوس ہے کتنے مسلم بچے مار دیے۔'' پھر منادی کو بلوایا اور یہ اعلان کرایا کہ بچوں کا دودھ جلدی نہ چھڑاؤ کیونکہ ہر نوزائیدہ کو وظیفہ دیا جائے گا۔''

دمشق جاتے ہوئے نصرانی کوڑھیوں کے پاس سے گزرے تو حکم دیا کہ انہیں صدقات سے حصہ دیا جائے اور روزینہ جاری کیا جائے۔

سر بیفرڈگ کی تجاویز:

حضرت عمرؓ کی اشتراکیت بے کاروں اور معمروں سب کے لیے تھی۔ آپؓ نے بچوں کے لیے بھی وظائف مقرر کیے جس طرح کہ مریضوں کے علاج کے لیے حکم دیا اور ان کا روزینہ مقرر کیا۔ آپؓ نے معلموں کو بھی وظیفہ دیا۔ یہ ہے عمرؓ کی اشتراکیت جو خلفائے راشدین میں سے دوسرے خلیفہ تھے۔ یہ ایسی اشتراکیت تھی کہ بیسویں صدی کی ترقی یافتہ حکومتیں بھی ایسا نہیں کر سکتیں۔

انگلستان نے جو کہ اجتماعی خدمات میں سب سے ترقی یافتہ حکومت ہے یہ کوشش کی

تھی کہ غریبوں کے ساتھ کچھ تخفیف کردی جائے تو وہ بھی اس حد تک قدم نہ اٹھا سکی جہاں تک حضرت عمرؓ پہنچ چکے تھے۔

سر بیفر ڈگ نے جب انگلش پارلیمنٹ میں اپنی تجاویز پیش کی تو تمام دنیا میں تار کھڑک گئے کیونکہ وہ فقیروں کے ساتھ بڑی مراعات پر مشتمل تھیں اور تمام برطانوی رعایا کے لیے باعث اطمینان تھیں۔ بیفر ڈگ کی تجاویز میں سب سے پہلے جس چیز پر نظر پڑتی ہے وہ ایسے وظائف ہیں جو بیکاروں، معمروں اور بیواؤں کے لیے اور ولادت، دفن اور طبی علاج کے لیے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ تمام کام کئے تھے اور بیت المال سے اس قسم کے وظائف جاری کر رکھے تھے۔ علاوہ بریں حضرت عمرؓ اور سر ولیم بیفر ڈگ کے کام میں ایک اور بہت بڑا فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ بیفر ڈگ کی تجاویز معلوم نہیں عملی جامہ پہنتی ہیں یا نہیں پھر بھی وہ اسلام کے لیے تو کوئی نئی چیز نہیں ہیں۔



جب مسلمانوں نے کسریٰ کی سلطنت کو پارہ پارہ کردیا اور وہ نفیس نفیس چیزیں مدینہ لے آئے تو عبداللہ بن ارقم نے حضرت عمرؓ سے کہا: "یہ سب کچھ بیت المال میں داخل کر لیجئے تاکہ ہم تقسیم کرلیں۔"

آپؓ نے فرمایا واللہ یہ آسمان کے نیچے ہی پڑا رہے گا کسی کوٹھڑی میں نہیں دھرا جائے گا۔

لہٰذا وہ سارا مال مسجد میں ڈال دیا گیا، اس پر کپڑا ڈال دیا گیا اور رات بھر لوگ حفاظت کرتے رہے۔ صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے اسے کھولا، سونا چاندی کثیر مقدار میں دیکھ کر روئے تو عبدالرحمان بن عوفؓ نے کہا:

"امیرالمومنین آپ کیوں روتے ہیں؟ کیونکہ یہ دن تو خوشی اور شکرگزاری کا دن ہے۔"

حضرت عمرؓ نے کہا: "بخدا جب بھی زر و سیم کسی قوم میں آئے تو اس میں عداوت اور بغض پیدا ہوگیا۔"

پھر آپؓ مالِ غنیمت تقسیم کرنے کھڑے ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے بہت ٹھیک اندازہ

لگایا تھا کیونکہ ان کے بعد آنے والے خلیفہ کے دور ہی سے فتنہ فسادات شروع ہو گئے تھے۔

حضرت عمرؓ نے آخر عمر میں فرمایا: "اگر مجھ سے ہو سکتا تو میں امیروں سے مال چھین کر غریبوں کو دے دیتا۔"

مگر آپؓ زیادہ دنوں زندہ نہ رہے بہرحال آپؓ کا انتقال ہو گیا اور اسلامی اشتراکیت اپنے بلند مراتب پر تھی۔

اسلامی اشتراکیت حضرت عمرؓ کے بعد:

حضرت عمرؓ کے بعد عثمانؓ خلیفہ بنے آپؓ بڑے متقی پرہیزگار انسان تھے مگر آپؓ میں حضرت عمرؓ کی سی پختہ کاری نہ تھی۔ ادھر اپنے خاندان بنو امیہ کے بارے میں بھی وہ کچھ کمزور واقع ہوئے تھے، چنانچہ آپؓ نے خیبر مروان بن الحکم کو دے دیا تھا حالانکہ خیبر کا مال رسول اللہ ﷺ نے عام مسلمانوں کے لیے مقرر کیا تھا اور ایسا ہی ابوبکرؓ، عمرؓ کے دور میں رہا نیز آپؓ نے مروان کو افریقہ کے خراج کا پانچواں حصہ دیا اور شام کا خراج معاویہؓ کے لیے چھوڑ دیا۔ انہوں نے مسلمانوں پر تقسیم نہ کیا بلکہ جمع کر لیا اور ابوذرؓ کھڑے ہوئے۔ آپؓ شام میں تھے۔ آپؓ نے معاویہؓ کے منہ پر ان پر اعتراضات کیے۔ اس لیے آپؓ دنیا میں پہلے اشتراکی ہیں۔ اس امر کی تفصیل ہم اس کتاب میں کر چکے ہیں۔

چونکہ حضرت عثمانؓ کی سیاست مالی تھی اور آپؓ بنو امیہ سے محبت کرتے تھے، اس لیے لوگ آپؓ سے نفور ہو گئے اور انہوں نے آپؓ کو قتل کر دیا۔ بعد ازاں حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے ہاتھوں پر بیعت کی گئی۔ آپؓ اسی نظام پر چلے جس پر ابوبکرؓ و عمرؓ چلتے تھے لہٰذا آپؓ نے تمام مال تقسیم کر دیا مگر معاویہؓ آپ سے نفرت کرنے لگے اور لڑائیاں جاری رہیں۔ حتیٰ کہ معاویہؓ کی جیت ہوئی اور خلافت مملکت سے بدل گئی۔ اب بجائے زہد و تقشف کے عظمت و جلال میں آ گئے تھے اور لوگ دنیا پر ٹوٹنے لگے تھے۔ مال شاہانہ آن بان پر خرچ کیا گیا اور مسلمانوں کو بھلا دیا گیا۔ اس طرح اسلامی

اشتراکیت کمزور پڑ گئی۔ حتیٰ کہ عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بنے، انہوں نے پھر وہی معاملات جاری کئے اور جو کچھ ان اسلاف نے لوگوں سے غصب کیا تھا وہ واپس لوگوں کو دلایا۔ لہٰذا آپؒ کے زمانے میں وہی حالات پیدا ہو گئے تھے جو حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانے میں تھے۔

اسلامی اشتراکیت کا روشن زمانہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے جب اپنے سلف سلیمان کو اس کی آخری آرام گاہ تک پہنچا دیا تو وہ لوٹنے لگے۔ دیکھا کہ گھوڑے، خچر اور ٹٹو کھڑے ہوئے ہیں اور ہر ایک کے ساتھ ایک سائیس ہے پوچھا:

"یہ کیا؟"

"یہ جشن خلافت ہے۔ جب خلیفہ شروع شروع سوار ہوتا ہے تو اسی طرح سواریاں لائی جاتی ہیں۔"

"میرا گھوڑا کافی ہے۔"

اپنے خادم مزاحم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: "ان سب کو بیت المال میں پہنچا دو۔" ایسا ہی آپؒ نے شاہی خیموں کے ساتھ کیا۔ جب قصر خلافت میں پہنچے تو سلیمان کی اولاد نے کہا:

"یہ آپؒ کا ہے اور یہ ہمارا ہے۔"

"یہ کیا ہے اور وہ کیا ہے؟"

"یہ وہ کپڑے ہیں جو خلیفہ پہنتے تھے اور خوشبو وغیرہ لگاتے تھے لہٰذا یہ ان کی اولاد کا حق ہے اور جو کپڑے انہوں نے نہیں چھوئے یا ان پر خوشبو نہیں لگائی وہ آپؒ کے ہیں۔"

"یہ کپڑے نہ میرے نہ سلیمان کے نہ تمہارے۔ مزاحم! سب بیت المال میں داخل کر دو۔"

آپ نے اپنے اردگرد دیکھا کہ انہیں اپنے باپ سے بہت کچھ مال اور جاگیریں

ملی ہیں۔ وہ سوچنے لگے کہ باپ یا میرے خاندان والے کس طرح ان اموال کے مالک ہوئے؟ آپ سمجھ گئے کہ سب مال و جاگیر ناجائز طریقوں سے حاصل کئے گئے ہیں۔ لہٰذا آپ نے ارادہ کرلیا کہ جو کچھ بھی ہے سب ان لوگوں کو واپس دے دیں جن سے چھینا گیا ہے۔ آپ نے مزاحم سے کہا:

''مزاحم! لوگوں نے ہمیں عطیات دیے جو ہمیں لینے جائز نہ تھے۔ اب یہ مجھ تک پہنچ گئے ہیں جن کے بارے میں سوائے خدا کے کوئی اور مجھ سے حساب نہیں لے سکتا۔''

''امیر المومنین! آپ کو پتا ہے آپ کی کتنی اولاد ہے؟''

''میں انہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔''

منادی سے کہا: ''نماز کا اعلان کرو۔''

پھر مسجد میں گئے۔ لوگ جمع تھے۔ ان سے کہنے لگے۔ ''جو کچھ حرام مال جمع تھا سب نکال رہا ہوں اور بیت المال میں داخل کر رہا ہوں۔''

آپ نے ساری دستاویز جلادیں اور جاگیریں واپس کر دیں، صرف خیبر اور سویداء رہ گیا۔ جب معلوم ہوا کہ خیبر رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تمام مسلمانوں کے لیے تھا تو آپ اس سے بھی دست بردار ہو گئے اور صرف سویداء کو اپنے لیے رہنے دیا کیونکہ وہ آپ نے خود خریدا تھا۔

عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عہد سلطنت کی ابتدا دستاویزوں کے پھاڑنے اور بھاری بھاری وظیفوں کے بند کرنے سے کی جو بنوامیہ کو خواہ مخواہ دیے جاتے تھے اور ان کے لیے ایسے وظائف جاری کئے جو عام مسلمانوں کے لیے تھے۔

ایک دفعہ آپ کی پھوپھی برا بھلا کہتی آئیں کہ باپ دادوں کے زمانے کے جاری شدہ وظائف کیوں بند کر دیے، دیکھا تو آپ تیل اور نمک سے روٹی کھا رہے تھے۔ کہنے لگیں:

''امیر المومنین! میں اپنے کام سے آئی تھی مگر جی چاہتا ہے کہ پہلے آپ کے کام ہی سے ابتدا کروں۔''

"کیا؟"

"آپ اپنے لیے کوئی نرم کھانا پکواتے۔"

"کیا کروں، میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ ہوتے تو ضرور بنوا لیتا۔"

"امیرالمومنین! عبدالملک مجھے وظیفہ دیتے تھے۔ پھر ولید نے اور بڑھا دیا۔ سلیمان نے اور اضافہ کیا اور آپ نے بند ہی کر دیا۔"

"پھوپھی! وہ لوگ مسلمانوں کا حق آپ کو دیتے تھے میں تو ایسا نہیں کر سکتا۔ البتہ اپنے پاس سے دے دوں گا۔"

"کتنا؟"

"مجھے سو دینار ملتے ہیں۔"

"تو پھر مجھے ان میں سے کتنا ملے گا؟"

"کیا کروں میرے پاس اتنا ہی ہے۔"

آپ مال کو ناحق خرچ نہ کرتے۔ حق دار ہی کو دیتے۔ نہ وظیفے دیتے نہ خدام کو انعام واکرام۔ بلکہ بیت المال کے اضافہ میں کوشاں رہتے۔ اس طرح عام مسلمانوں کے وظائف میں اضافہ ہو گیا اور اسلامی اشتراکیت زوروں پر آ گئی۔ یہی وجہ تھی کہ آپؓ کے دور میں کوئی فقیر نہ رہا تھا۔

آپؓ کا پرانا دوست عتبہ بن سعید آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔

"مجھے بیس ہزار دینار ملنے تھے۔ سلیمان نے حکم دے دیا تھا، مُہر بھی لگ گئی تھی صرف قبضہ باقی رہ گیا تھا۔ آپ یہ کام انجام دے سکتے ہیں۔ میرے آپ کے تعلقات سلیمان کی نسبت سے زیادہ گہرے ہیں۔"

عمرؓ نے کہا: "کتنے ہیں؟"

"بیس ہزار دینار۔"

"بیس ہزار دینار تو چار ہزار گھرانوں کو کافی ہوتے ہیں اور میں ایک ہی انسان کو دے دوں قسم بخدا میں یہ کام نہیں کر سکتا۔"

بنوامیہ آپ سے ناراض تھے کہ آپؓ نے ان کے وظائف بند کر دیے تھے حتیٰ کہ

ایک دن یزید بن عبدالملک نے کہا:

"کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس کے بعد میں تخت پر نہیں بیٹھوں گا؟"

آپ نے بنوامیہ سے کہا:

"میں خدائے وحدہ لاشریک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ساری رات خدا سے توبہ کرتا رہا کہ یہ رات تم لوگوں کو دے دی اور کسی مسلمان کو باریاب نہ کیا، قسم بخدا میں تمہیں ایک درہم بھی نہیں دوں گا اور اے یزید جب تو خلافت پر بیٹھے گا تو تجھے اختیار ہے۔"

بنوامیہ بڑے ناراض ہوئے۔ وہ عمر رحمتہ اللہ علیہ کے ڈالے ہوئے فقر سے تنگ آگئے۔ لہٰذا اب جمع ہو کر آئے اور کہا:

"آپ نے بیت المال کو تو زندہ کر دیا اور اپنے بھائیوں کو بھوکا مار دیا۔ آپ رد مظالم کیوں کرتے ہیں؟ یہ ظلم تو پچھلوں نے کئے آپ سے کیا واسطہ؟ آپ جو چاہے کیجئے مگر ان وظائف کے معاملہ میں دخل نہ دیجئے۔"

عمرؓ نے کہا: "مگر میں اسے پسند نہیں کرتا۔ بخدا زمین پر ایک ظلم بھی نہ چھوڑوں گا خواہ ہر ظلم کے بدلے میں میرا ایک عضو کاٹ دیا جائے حتیٰ کہ اسی طرح میری جان نکل جائے۔"

آپ کی حکومت ظالموں کے لیے عذاب اور فقیروں کے لیے رحمت تھی۔ آپ نے ہر بھوکے لیے مال کی افراط کر دی اور ہر مظلوم کے لیے عدل قائم کر دیا۔ آپ کے دور میں بیت المال میں مال کی بہتات ہوگئی ہر ملک سے خراج آ رہا تھا اور بیت المال خوب خوب بڑھ رہا تھا۔

عمرؓ یہ کر سکتے تھے کہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے بغیر بیت المال کا روپیہ لیے کچھ وسعت کر سکتے تھے مگر آپ نے تو اپنی جاگیریں بھی واپس کر دیں انہیں بھی بیت المال میں داخل کر دیا تا کہ تمام مسلمانوں کو ان کا فائدہ پہنچے۔ آپ دوسروں کی وسعت کے لیے اپنے اوپر تنگی کرتے تھے اور اپنے اہل وعیال کا پیٹ کاٹ کر دوسروں کو دیتے۔ امیروں کو محروم کرتے اور فقیروں کو دیتے۔ آپ کے دور میں لوگ زکوٰۃ کا روپیہ لیے

پھرتے تھے اور کوئی فقیر نہ ملتا تھا، اسی بارے میں یحییٰ بن سعید کہتا ہے:

"مجھے عمر بن عبدالعزیز نے افریقہ کے صدقات وصول کرنے پر لگایا تو مجھے وہاں کوئی ایسا شخص نہ مل سکا جسے وہ صدقات دے سکوں کیونکہ عمر نے لوگوں کو مال دار کر دیا تھا لہٰذا میں نے اس خیرات کے مال سے کچھ غلام خریدے اور انہیں آزاد کر دیا۔"

آپ کے دور میں ذمی لوگ بہت کثرت سے اسلام میں داخل ہوئے لہٰذا جزیہ کی آمدنی کم ہو گئی تو مصر کے گورنر نے لکھا:

"ذمی لوگ مسلمان ہوتے جاتے ہیں اور جزیہ ختم ہوا جاتا ہے حتیٰ کہ میں نے حارث بن ثابت سے دفتر والوں کی تنخواہوں کے لیے بیس ہزار قرض لیے ہیں۔"

مصر کے گورنر نے آپ سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ ذمیوں کو اسلام میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔

آپؒ نے جواب میں لکھا: "میں نے تجھے مصر کا گورنر بنا تو دیا مگر میں تیری کمزوری سے خوب واقف ہوں میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے وہ تیرے سر پر بیس کوڑے لگائے۔ جو لوگ اسلام لے آئے ہیں ان سے جزیہ مت لے تیری عقل پر پتھر پڑیں۔ کیونکہ اللہ نے محمد ﷺ کو ہادی بنا کر بھیجا تھا، ٹیکس وصول کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا تھا۔"

آپ کے گورنر عراق عدی بن ارطاۃ نے لکھا:

"لوگ اسلام میں بکثرت داخل ہونے لگے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ خراج بہت کم ہو جائے گا۔"

آپ نے جواباً لکھا:

"قسم بخدا میں تمنا کرتا ہوں کہ تمام لوگ مسلمان ہو جائیں حتیٰ کہ میں اور تُو کھیتی کر کے کھانے لگیں۔"

گو آپ کے دور میں لوگوں کے اسلام میں داخل ہو جانے سے خراج کم ہو گیا تھا مگر اسلامی اشتراکیت کی بنیادیں زکوٰۃ پر قائم رہیں۔

عہد عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ میں اسلامی اشتراکیت کی یہ صورت تھی جو

موجودہ اشتراکیت کی صورت میں جلوہ گر نظر آتی ہے۔ جبکہ آج کل بھوک اور فقر وفاقہ عام ہو گیا ہے۔

یہ ہے اسلامی اشتراکیت کی چمک اور صورت۔ تو کیا کوئی جدید اقتصادی مذہب اس حد تک پہنچا ہے اور کیا کوئی مذہب توقع رکھتا ہے کہ اس درجہ تک پہنچ جائے گا؟ کیا کوئی مسلک ایسا ہے جو فقر کو بالکل جڑ سے اکھاڑ دے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ جتنے بھی مذہب ہیں وہ صرف فقر وفاقہ میں تخفیف کرنا چاہتے ہیں، فقر وفاقہ کو جڑ سے اکھاڑنا نہیں چاہتے جس طرح کہ اسلامی اشتراکیت نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور خلافت میں کیا تھا۔

عطیات میں اضافہ، بیگار کی بندش اور لنگر خانے:

عمر رحمۃ اللہ علیہ کا عدل سب کے لیے شامل حال تھا لہٰذا آپ نے بیگار موقوف کر دی اور لوگوں کو خوب خوب اموال تقسیم کیے۔ اپنے گورنر معرور کو حکم دیا کہ لوگوں کے وظائف میں زیادتی کرے۔ کسانوں کو آپ نے کئی ہزار دینار دیے۔ چونکہ آپ کو مریضوں، معذوروں اور مجبوروں پر بہت رحم آتا تھا لہٰذا ان کی امداد کے لیے بھی آپ نے عطیات دیے۔ آپ نے فقیروں کے لیے ایک لنگر خانہ بنایا اور حکم دیا کہ کھانا صرف مستحق لوگوں کو ہی دیا جائے۔

عمر رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ آپ کے کسی بچے نے انگوٹھی بنوائی ہے اور اس کا نگینہ ہزار درہم میں خریدا ہے آپ نے اسے چٹھی لکھی۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے ہزار درہم میں ایک نگینہ خریدا ہے، اسے بیچ ڈال اور ہزار بھوکوں کو کھانا کھلا۔ ایک انگوٹھی لوہے کی بنا لے اور اس پر لکھوا دے، اللہ اس شخص پر رحم کرے جس نے اپنے نفس کی قدر کو پہچانا۔"

اشتراکیتِ عمرؒ مثالی اشتراکیت تھی:

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بڑے متقی انسان تھے پوشیدہ اور اعلانیہ اللہ سے

بہت ڈرتے تھے اپنی بیوی سے کہا کرتے تھے:

"اے فاطمہ میں آگ سے ڈرتا ہوں۔ اے فاطمہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو قیامت کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤں۔"

آپؓ ایک مسلمان متقی حاکم تھے جس نے اسلامی تعلیم پر بغیر کسی تبدیلی، تحریف اور ظلم وجور کے عمل کیا بلکہ حق کو ثابت کیا اور مظالم کا استیصال کیا۔ فقراء و مساکین کے ساتھ احسان کیا، لہٰذا آپ کی حکومت اشتراکی حکومت کی بہترین مثال تھی جسے اسلام نے انسانی سعادت اور اس کی خوشی عیش کے لیے جاری کیا تھا۔

اسلام کی معنوی اشتراکیت:

اس محبوب مادی اشتراکیت کے ساتھ ساتھ اسلام ایک معنوی اشتراکیت بھی لایا جو مادی اشتراکیت سے کسی طرح بھی کم نہ تھی۔ اسلام کی مادی اشتراکیت کا مقصد مسلمانوں کے درمیان مالی امتیازات کو مٹانا تھا۔ رہی اسلام کی معنوی اشتراکیت، وہ یہ تھی کہ اسلام نے اجتماعی تفرقہ بازی مٹا دی۔ اسلام نے نماز فرض کی۔ لہٰذا تمام مسلمان امیر غریب اور حاکم ومحکوم برابر کھڑے ہوگئے کہ ایک ساتھ قیام اور رکوع وسجود کرتے ہیں۔ اسلام نے انہیں بتا دیا کہ سب برابر ہیں نیز جماعت لازم کی۔ لہٰذا امیر غریب اور حاکم ومحکوم ایک مقام پر جمع ہوگئے کہ فقیر امیر کے برابر کھڑا ہوتا ہے بلکہ کبھی فقیر امیر سے آگے بڑھتا ہے اور پہلی صف میں کھڑا ہو جاتا ہے اور امیر پچھلی صفوں میں کھڑا ہوتا ہے۔ اس عمل سے ان کے دل متحد ومتفق ہوگئے اور اجتماعی امتیازات باطل ہوگئے۔ اسلام نے انہیں بتا دیا کہ اللہ کے نزدیک سب برابر ہیں۔

اسلام نے روزہ فرض کیا۔ تمام مسلمان روزہ رکھتے ہیں خواہ امیر ہو یا فقیر، حاکم ہو یا محکوم، لہٰذا امیر بھی بھوکے رہے جس طرح کہ فقیر بھوکے رہے۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ امیروں کے دل غریبوں کے لیے پگھل گئے، انہوں نے انہیں صدقات دیے۔ اس خیرات کی وجہ سے اجتماعی امتیازات دور ہوگئے۔

اسلام نے حج فرض کیا اور سلے ہوئے کپڑے اتار دینے کا حکم دیا، لہٰذا تمام

مسلمانوں نے اپنے کپڑے اتار دیے خواہ امیر ہو یا غریب، حاکم ہو یا محکوم سب نے احرام کے کپڑے پہن لیے لہٰذا تفرقے مٹ گئے اور سب کے سب برابر برابر حاجی بن گئے۔ نہ ان میں کوئی امتیاز تھا نہ ایک دوسرے پر فضیلت۔

زکوٰۃ اسلام میں مادی اشتراکیت کا سبب بنی اور نماز، روزہ اور حج اسلام کی معنوی اشتراکیت کا سبب بنے۔

اسلامی مادی اشتراکیت فقر و فاقہ کو مٹانے میں کامیاب ہوئی جس طرح کہ اس کی معنوی اشتراکیت اجتماعی امتیازات کے مٹانے میں کامیاب رہی اور مساوات کی ترویج میں فائز المرام رہی۔

یہ ہے اسلام کی سچی اشتراکیت۔ تو کیا کوئی جدید اقتصادی مذہب اس کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہے اور اس حد تک پہنچ سکتا ہے جہاں تک وہ پہنچی؟ ہرگز نہیں بخدا ہرگز نہیں کیونکہ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کس طرح وحیٔ آسمانی کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟

(تمت بالخیر)

ابوذر غفاریؓ

ابوذرؓ نے اطمینان سے جواب دیا:
"میں موت سے نہیں ڈرتا۔"
"ابوذرؓ! مان جا، معاویہؓ کو ناراض نہ کر۔"
معاویہؓ کو ناراض کرنا اللہ کے ناراض کرنے سے بہتر ہے"

اسلام نے جہاں انسان کی ذاتی زندگی کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا وہاں اس کی معاشرتی زندگی کو صحت منداور مستقیم خطوط پر ڈھالنے کا اہتمام بھی کیا۔ معاشرت کی صحت اور استقامت کے لیے جہاں ازدواج اور وراثت کے قوانین بنے وہاں زکوٰۃ وصدقات کا ایک ہمہ گیر نظام بھی معرض وجود میں لایا گیا۔
دولت کی غیر منصفانہ تقسیم اور دولت کو ایک قدر سمجھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ۔۔۔۔ "جو لوگ سونا چاندی سمیٹتے ہیں لیکن اسے اللہ کی راہ میں صرف نہیں کرتے
انھیں دردناک عذاب کی 'بشارت' دے دی جائے کہ وہ دن دور نہیں جب اسی سیم و زر کو جہنم کی آگ میں تپا کر اس سے ان خدا ناترس سرمایہ داروں کی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی"۔
رسول اللہ ﷺ کے محبوب صحابی: ابوذر غفاریؓ تاریخ اسلام میں اس اعتبار سے ممتاز ہیں کہ انھوں نے تاحیات 'خصوصاً خلفائے راشدین کے عہد میں' اہل اسلام کی بڑھتی ہوئی دولت وثروت کے اثرات کے پیش نظر اسلام کے اس مساویانہ طرز عمل کو کبھی گرنے نہیں دیا اور کسی طرح کے خوف [illegible] کوشش کی کہ مسلمان متاع دنیا کو اپنا خدا نہ [illegible]



